

## سرکاری رپورٹ

## بلوچستان صوبائی اسمبلی

گیارہویں اسمبلی آٹھواں اجلاس

## مباحثات 2019ء

﴿اجلاس منعقد 16 فروری 2019ء بمطابق 10 جمادی الثانی 1440 ہجری، بروز ہفتہ﴾

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
1	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔	1
2	رخصت کی درخواستیں۔	2
3	سرکاری کارروائی برائے قانون سازی۔	3
3	مشترکہ قرارداد نمبر 13 منجانب انجینئر زمرک خان اچکزئی، صوبائی وزیر اور ثناء اللہ بلوچ صاحب	4
14	(قرارداد منظور ہوئی) مشترکہ قرارداد نمبر 14 منجانب ملک نعیم خان بازئی اور نصر اللہ خان زیرے۔	5
21	(قرارداد منظور ہوئی)	6
45	بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انضباط کار مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 101 (الف) کے تحت عوامی اہمیت کا مسئلہ پیش کیا جانا۔ مورخہ 14 فروری 2019ء کی اسمبلی نشست میں باضابطہ شدہ تحریک التواء نمبر 3 پر بحث۔	7

## بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 16 فروری 2019ء بمطابق 10 جمادی الثانی 1440 ہجری، بروز ہفتہ ر بوقت سہ پہر 03 بجکر 05 منٹ پر زیر صدارت سردار بابر خان موسیٰ خیل، ڈپٹی اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

سردار بابر خان موسیٰ خیل (ڈپٹی اسپیکر):۔ السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالِكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبِاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصَلِّيهِ نَارًا ۝ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝ إِنْ تَجْتَنِبُوا كِبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا ۝ صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمِ۔

﴿پارہ نمبر ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۲۹ تا ۳۱﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے۔ اور نہ خون کرو آپس میں بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔ اور جو کوئی یہ کام کرے تعدی اور ظلم سے تو ہم اُن کو ڈالیں گے آگ میں۔ اور یہ اللہ پر آسان ہے اگر تم بچتے رہو گے اُن چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کریں گے تم سے چھوٹے گناہ تمہارے اور داخل کریں گے تم کو عزت کے مقام میں۔ وَمَا عَلَّمْنَا إِلَّا الْإِبْلَاحُ۔

سردار بابر خان موسیٰ خیل (ڈپٹی اسپیکر)۔ جزاک اللہ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

حاجی عبدالرشید۔ جناب اسپیکر! کل جو لورالائی میں دو جوان FC کے شہید ہوئے ہیں، اُنکے لیے دعا کی جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر۔ مولوی صاحب دعا کریں۔  
(دعاے مغفرت کی گئی)۔

جناب ڈپٹی اسپیکر۔ آئین۔ سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

شمس الدین (سیکرٹری اسمبلی)۔ سردار سرفراز چاکر ڈوکی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی۔ سردار محمد صالح بھوتانی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی۔ میرضیاء اللہ لاگو صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی۔ میر محمد عمر خان جمالی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی۔ نواب محمد اسلم خان ریسانی صاحب نے نجی مصروفیات کی بناء آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر۔ آیا رخصت منظور کی جائے؟۔ رخصت منظور ہوئی۔

بلوچستان اعصابی صحت کا مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 4 مصدرہ 2019ء) کا پیش کیا جانا

وزیر صحت! بلوچستان اعصابی صحت کا مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 4 مصدرہ 2019ء) پیش کریں۔

میر نصیب اللہ مری (وزیر محکمہ صحت) سیکرٹری اسمبلی۔ میں وزیر محکمہ صحت، بلوچستان اعصابی صحت کا مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 4 مصدرہ 2019ء) پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- بلوچستان اعصابی صحت کا مسودہ قانون مصدرہ 2019ء (مسودہ قانون نمبر 4 مصدرہ 2019ء) پیش ہوا۔ چونکہ اس وقت standing committees تشکیل نہیں پائی ہیں تاہم standing کمیٹیاں تشکیل ہونے کے ساتھ اسے متعلقہ standing committee برائے محکمہ صحت عامہ و بہبودی آبادی کے حوالے کیا جاتا ہے۔ جناب انجینئر زمر خان اچکزئی صاحب، صوبائی وزیر اور جناب ثناء اللہ بلوچ صاحب، رکن اسمبلی میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 13 پیش کریں۔ قرارداد ایک بار پیش ہو جائے اُس کے بعد پھر آپ point of order پر بات کریں۔ جی۔

ثناء اللہ بلوچ:- شکر یہ جناب اسپیکر۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مشترکہ قرارداد نمبر 13۔ ہر گاہ کہ بلوچستان کے ساحلی شہر گوادراورپسنی میں حکومت سعودی عرب کی جانب سے متوقع آئل ریفائزری کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ وہ سعودی حکومت سے متوقع آئل ریفائزری کا معاہدہ کرتے وقت اس میں بلوچستان کے مجموعی مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے بلوچستان کو فنی معاونت فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ فنی تربیب، ماحولیات اور دیگر درپیش مسائل کو ترجیحی بنیادوں پر حل کرنے کو یقینی بنایا جائے۔ نیز اس سلسلے میں حکومت بلوچستان اور اراکین پارلیمنٹ یعنی اراکین اسمبلی چاہے وہ قومی اسمبلیاں ہیں یا صوبائی اسمبلیاں ہیں، اُن کو اعتماد میں لیا جائے۔ شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- مشترکہ قرارداد نمبر 13 پیش ہوئی۔ محرکین میں سے کوئی اپنی قرارداد نمبر 13 کی admissibility کی وضاحت فرمائیں۔

انجینئر زمر خان اچکزئی (وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹو):۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکر یہ جناب اسپیکر صاحب۔ جناب اسپیکر صاحب! جس طرح یہ قرارداد میرے اور ثناء صاحب کی جانب سے آیا ہوا ہے۔ اور اُس دن بھی جب ایک دن پہلے جب اسمبلی اجلاس ہوا تو اس پر بھی مکمل بحث ہوئی تھی تقریباً اور ان چیزوں کی نشاندہی کی گئی کہ بلوچستان کے جو مسائل ہیں یا کہ ساحل و وسائل ہیں، اُن کو ہم کس بنیاد پر حل کرنے کی کوشش کریں گے کہ ہم اپنے حقوق کے لیے بات کریں۔ یہ نہیں کہ ہم صرف گوادراورپسنی میں جو سعودی

حکومت کی طرف سے ہو یا کسی اور ملک کی طرف سے China کی طرف ہو یا Japan کی طرف سے ہو۔ کہیں سے بھی ہو۔ ہم یہی چاہتے ہیں کہ آبادی ہو۔ یہی بلوچستان کے عوام کی حقوق کی پاسدار ہو، یہیں پر ہمارے غریب عوام کے لیے ہم ایک ایسا نظام بنا سکیں جو انکی غربت کو ختم کر سکیں۔ ہم ایک ایسا تعلیمی نظام لائیں جس میں اچھے تعلیمی ادارے اور ہمارے نوجوان ایک اچھے تعلیم یافتہ students نکلیں۔ ہماری صحت کی جو پالیسیاں ہیں ان پر از سر نو غور کریں۔ ٹھیک ہے پچھلے گورنمنٹ جو تھے، ان میں میں بھی رہا ہوں، میں بھی اس سے پہلے وزیر رہا تھا 2008ء سے 2013ء تک۔ اور پھر 2013ء سے 2018ء کا میں اپوزیشن کے ایک ممبر کی حیثیت سے وہاں سامنے seat پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے بارہا مختلف قراردادوں کے ذریعے مختلف یہاں پر تحریک التواء کے ذریعے بلوچستان کے حقوق پر ہم نے بات کی ہے۔ یہ نہیں کہ ہم یہاں treasury benches پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم یہ نہیں چاہتے ہیں ہمارے دوست کہ بلوچستان کے حقوق پر ہم کوئی سودا بازی کریں۔ یہاں پر رہنے والے چاہے جو بھی ہوں، کسی بھی قوم سے، پشتون ہو، بلوچ ہو، ہزارہ ہو، کوئی بھی یہاں پر ہمارے جو رہنے والے ہیں ہم سب انکی نمائندگی کر رہے ہیں۔ یہاں پارلیمنٹ اتنی قوت رکھتے ہیں کہ ہم قانون سازی کر سکتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس قانون سازی کے تحت ہم عوام کو کیا دے سکتے ہیں۔ یہ میرا کام بھی ہے کہ legislation کرنا۔ اور legislation کے ذریعے یہاں پر عوام کو وہ سہولتیں دے سکیں جو انکی ضروریات ہیں۔ اس طرح ہم نے NAP دور سے ہم نے صوبائی خود مختاری کی بات کہ اس لیے کہ جس صوبے میں بھی، ہمارے چار صوبے ہیں، جو بڑے صوبے ہیں اس وقت سے آرہے ہیں۔ جو بھی ساحل و وسائل ہو، چاہے پنجاب میں ہو، سندھ میں ہو، خیبر پختونخوا میں ہو، یا صوبہ بلوچستان میں ہو، جو بھی معدنیات نکلتی ہے۔ جو بھی قدرتی خزانے ہیں جس صوبے میں ہوں، سب سے پہلے ان کا حق وہاں پر بنتا ہے۔ سب سے پہلے ادھر سے نکلتا ہے، انکے گاؤں سے، گاؤں کے نزدیک اس ضلع کا حق بنتا ہے۔ پھر صوبے کا حق بنتا ہے۔ پھر ملک کا حق بنتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں ملک مضبوط ہو۔ پاکستان مضبوط ہو۔ بلوچستان مضبوط ہو۔ سارے صوبے مضبوط ہوں۔ لیکن کس صورت میں، ہمارے تجویز یا نظریے کے مطابق کس صورت میں مضبوط ہو سکتا ہے؟۔ یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ یہاں پر جس طرح ہم نے 40 سالوں سے پہلے یہی بات کرنی تھی اور کر رہے تھے، جتنے بھی یہاں پر ہمارے دوست بیٹھے ہوئے ہیں، جو پرانی پارٹیاں ہیں، جس طرح بی، این، پی۔ (مینگل) ہے، جس طرح جمعیت ہے، یہاں پر ہماری پارٹی اے۔ این۔ پی ہے، پشتونخوا ہے۔ جو بھی ہیں، ہم نے روز اول سے یہی بات کی تھی۔ بلوچستان کی حقوق کی پاسداری ہونی چاہئے۔ یہاں پر

coastal ہے، چاہے وہ سمندر ہے، یہ پہلے بلوچستان کا، گوادر کا حق بنتا ہے پھر تب بلوچستان کا حق بنتا ہے۔ اور پھر پاکستان کا حق بنتا ہے۔ اس کو تسلیم کیا جائے۔ اور میں جب minister revenue تھا، جس طرح حمل صاحب نے بات کی، اُس وقت بھی ہم اس پر لڑتے رہے، یہاں پر اگر air-force آتی ہے، یہاں پر اگر فوج آتی ہے، یہ ہمارے ادارے ہیں۔ یہاں پر اگر کوئی health کے حوالے سے اگر کوئی ہسپتال بنانا ہو۔ کوئی یونیورسٹی بنانا ہو، ہم خوش ہیں۔ لیکن یہ ہے کہ اُس میں بلوچستان گورنمنٹ کا کردار ہونا چاہئے۔ یہاں پر جو ہم ووٹ لے کر کے ہم یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم نے جو اتنی mandate لیکر ہر آدمی اپنے حلقے سے منتخب ہوا ہے۔ تو کم از کم اُن سے پوچھنا تو چاہئے۔ ہم اس کے حق میں ہیں کہ گوادر کے ایم۔ پی۔ اے کو پوچھنا چاہئے۔ وہاں کے ایم۔ این۔ اے کو پوچھنا چاہئے۔ قلعہ عبداللہ کے ایم۔ پی۔ اے، ایم۔ این۔ اے کو پوچھنا چاہئے۔ اگر قلعہ عبداللہ میں کوئی کام ہو رہا ہے، کل کو ہمارا international جو route نکل رہا ہے۔ جو تا جکستان تک جائیگا۔ یہاں پر پائپ لائن بچھایا جائے گا۔ اُس کے ذریعے سے اگر ہم سے نہیں پوچھیں گے ہمارے عوام سے وہ نہیں پوچھیں گے۔ تب تو اعتراضات ہوں گے اور ایک مایوسی بڑھتی ہے۔ یہاں وہ جو محرومیوں جو ہم کہتے ہیں وہ اور بڑھتی ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ نہیں کہ ہمارے عوامی نیشنل پارٹی آج treasury benches پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم اپنے cabinet میں، اپنے Chief Minister سے ہمارے جو یہاں پر جتنے بھی اتحادی بیٹھے ہوئے ہیں، ہم مشترکہ طور پر بلوچستان کے حقوق کے لیے آواز اٹھاتے ہیں۔ اور اٹھاتے رہیں گے۔ ہم یہ کہ ہم نے ministry تک اپنے آپکو محدود رکھا ہے کہ مجھے agriculture مل گیا ہے، کسی کو health ministry مل گئی ہے، کسی کو P&D مل گیا، کسی کو B&R مل گیا ہے۔ تو ہم بلوچستان کے حقوق لانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ تو ہمارے بلوچستان کے اندر پارلیمنٹ کا ایک طریقہ کار ہے۔ جس کو ہم چلاتے ہیں۔ لیکن اصل بات وفاق سے ہے۔ کہ وفاق سے ہم کون سے معاہدے کرتے ہیں۔ جس طرح یہاں پر لکھا گیا ہے کہ سعودیہ والے یہاں آرہے ہیں۔ قطر کے لوگ آرہے ہیں۔ قطر کے جو king آرہے ہیں، کوئی بھی اُن کا بادشاہ آرہا ہے۔ کوئی Chinese آرہے ہیں۔ کوئی Japanese آرہے ہیں۔ کبھی سنگاپور کو دیا گیا۔ کوئی آبادی نہیں ہوئی۔ ویسے کے ویسے گوادر پڑا رہا ہے۔ تو اس میں ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے Chief Minister کو اعتماد میں لیا جائے۔ ہم وفاق سے یہ مطالبہ کرتے ہیں اور اُس کے ساتھ ساتھ سب سے پہلے ہمارے cabinet کو پوچھا جائے کہ جی ہم یہ معاہدے کرنے جا رہے ہیں۔ اور اُسکی final aproval یہاں کے پارلیمنٹ ہی دے سکتی ہے۔ کیونکہ ہم ہی

نمائندے ہیں، اس بلوچستان کے عوام کے، جو ہم نے ووٹ لے کر کے یہاں پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اگر اس طرح نہیں ہوگا تو مجھ سے بھی پوچھا جائے گا، چاہے میں اپوزیشن میں بیٹھا ہوں، چاہے میں یہاں treasury benches پر بیٹھا ہوں۔ کل میرے لوگ مجھ سے سوال پوچھتے ہیں کہ جی آپ نے وفاق میں کیا کیا؟۔ اگر ہمارے سی بیک یہاں سے نکلتا ہے۔ اور میں نے اُس پر stand نہیں لیا۔ تو تب ہمارے تو وہ حقوق نہیں ملیں گے۔ ٹھیک ہے میں تو آباد ہوں گا۔ مجھے تو ministry مل گئی۔ لیکن ہمارے تو وہ حقوق نہیں مل گئے۔ ٹھیک ہے میں تو آباد ہو جاؤں گا لیکن ہماری عوام تو در بدر کی زندگی گزاریں گی۔ وہ تو غربت سے دوچار ہوتے رہیں گے۔ اُس سے تو education system ہے وہ تو اور نیچے گیا اور اس وقت گیا بھی ہے۔ ہماری جو وہ پالیسیاں جو کچھ گورنمنٹ کی جو چل رہی تھیں وہ تو اور تباہی کی طرف گئے۔ ہم نے اُن کو control کرنا ہے۔ اور بہت ہی سمجھداری کے ساتھ۔ جس طرح میں اور ثناء صاحب نے یہ لایا ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس چیز پر ہماری اپوزیشن اور treasury benches یہ سب اکٹھے ہوں۔ ہمارے سارے دوست بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیا ظہور بلیدی صاحب یہ چاہتے ہیں کہ وہ تربت سے کسی کے ساتھ compromise کریں۔ کیا ہمارے وہ minister چاہتے ہیں کہ جی ہم گوادر کو چھوڑ دیں۔ کوئی بھی نہیں چاہتا ہے۔ ہاں ہم ایک جمہوری طریقہ کار سے within-in the States ہم یہ نہیں چاہتے کہ ملک کی کمزوری کے لیے کوئی ہم ایسا قدم اٹھائیں کہ کل کو خُدا نخواستہ کوئی اور فساد ہو۔ فسادات دھندے کے حق میں ہم نہیں ہیں۔ ہمیں ایک جمہوری عوام کی طاقت سے یہ حق لایا بھی سکتے ہیں اور ہم نے پہلے لایا بھی ہے۔ ہم نے یہاں پر اپنے عوام کو جب انگریزوں سے آزادی دی، ہم نے توپوں کے بنیاد پر نہیں ہم نے کلاشنکوف کے طاقت پر نہیں، ہمارے باچا خان نے عدم تشدد کے ذریعے ”خُدائی خدمت گار“ تنظیم کے حوالے سے یہاں ہم نے آزادی لائی ہے۔ ہم نے اُن سے بندوق اور کلاشنکوف چھین کے یہاں پر اپنے پشتونوں کو یہی بتایا کہ تشدد سے نفرت بڑھتی ہے۔ تشدد سے فساد بڑھتی ہے۔ ہم ابھی اس صوبے کیلئے چاہتے ہیں کہ ایک منظم طریقے سے ہم، ہم ایک جمہوری طریقے سے ہم بالکل حق رکھتے ہیں۔ جمہوریت میں کہ اپنے حقوق کو لانے کے لئے بھرپور کوشش کریں۔ تو آخر میں اتنا کہوں گا کہ سعودی بادشاہ ہم اُن کو welcome کہتے ہیں۔ ہم خوش ہیں کہ وہ بلوچستان کی ایک اچھی سی پلاننگ کے تحت ایک اچھا سا منصوبہ لائیں، جس میں گوادر کے عوام کی ترقی ہو۔ وہاں اُنکو پینے کا صاف پانی میسر ہو۔ کیونکہ اس وقت وہاں پینے کا پانی بھی نہیں ہے۔ وہاں پر ان کو اچھی تعلیم مل جائے۔ وہاں پر ہمارا جو سمندر ہے۔ کوشل ایریا اُنکو ایک انٹرنیشنل لیول پر ترقی مل جائے۔ اور اُسی صورت میں ہماری جو ٹریڈری پنجر ہیں، کم از کم ہماری کیبنٹ ہے، ہماری چیف

منسٹر ہے۔ اُن کو اعتماد میں لیکر آگے جائیں گے۔ تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہاں پر جو لکھا ہے کہ فنی تربیت، ہم نے سی پیک میں بھی کہا، تربیت پنجاب میں ہو رہا ہے۔ اور سی پیک بن رہا ہے گوادر بلوچستان میں۔ تربیت کا جو سینٹر ہے، وہ گوادر میں بننا چاہئے۔ گوادر کے نوجوانوں کو وہاں پر ٹریننگ دینی چاہئے۔ اور سی پیک کے رُوٹ پر آپ کے ٹریفک کا نظام ہے آپ کا کوئی بھی نظام ہو۔ جس میں بھی ضرورت ہو تو اُنکا سب سے پہلا ٹریننگ سینٹر بلوچستان میں بننا چاہئے۔ اسی طرح اگر اس کے بعد جو ماحولیات ہے۔ ماحولیات کے سسٹم کو ٹھیک کرتا ہے کہ آپ کا environment ہے۔ اُس کو ہم اس طرح نہیں بنانا ہے کہ ہم نے آنکھیں بند کر کے ایک منصوبے کو اس پر دستخط کر کے اُس کو آگے بڑھانا ہے۔ یہ ہمیں اعتماد میں لیں کہ ہمارے ماحولیات پر کیا اثرات پڑیں گے۔ آپ کا کونسا منصوبہ جو خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ بھی بلوچستان کے عوام ہی صحیح بتا سکتے ہیں کہ بلوچستان کو کس طرح ترقی دینی ہے۔ اور خاص کر انہیں بنیادوں پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔ تو اس سلسلے میں ہماری یہی مطالبہ ہے وفاق سے بلکہ وہاں پر بیٹھے ہوئے وزیراعظم صاحب، اُن کی کابینہ سے کہ ہماری اس پارلیمنٹ کو اگر سعودی بادشاہ آ رہا ہے یا کوئی اور بادشاہ آ رہا ہے۔ یا یہاں کوئی اور ملک آ رہا ہے۔ میں تو اپنی طرف سے یہ کہوں گا کہ ایک معاہدے کے تحت ہم welcome کہتے ہیں بلوچستان کے عوام کیلئے۔ لیکن وہ منصوبے لائیں جس پر ہماری ترقی ہو۔ ہماری بربادی نہیں ہو۔ ہم اقلیت میں نہیں جائیں۔ ہم اُس صورت میں اس منصوبے کو تسلیم کریں گیکہ جب ہماری پارلیمنٹ بیٹھی ہوگی۔ ہماری کابینہ بیٹھی ہوگی۔ ہمارا چیف منسٹر بیٹھا ہوگا۔ تو ان کو اعتماد میں لینے کے بعد اُس منصوبے کو final کر کے sign کر کے ہم آگے لے جائیں گے۔ اور وہ ترقی تب ہوگی جب اس پارلیمنٹ کو اعتماد میں لیا جائے۔ تو میں اس ایوان میں اپنے دوستوں سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ اگر وہ اس قرارداد پر کچھ کہنا چاہیں۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ وفاق سے حقوق کیلئے ہمیشہ جمہوری طریقے سے اپنے حق کیلئے لڑیں گے۔ اور لانے کی کوشش ہوگی۔ اور یہ ہمارا اس گورنمنٹ کا سب سے پہلا اقدام ہے کہ CM صاحب پہلے بھی گئے تھے اُس نے سی پیک پر بھی stand لیا۔ ہمیں پتہ ہے اور انشاء اللہ ان چیزوں پر بھی stand لیں گے۔ ہم اُن کے ساتھ ہیں اور اس میں اپوزیشن بھی ہمارا ساتھ دے گی۔

شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکریہ اچھائی صاحب۔ جی ثناء بلوچ صاحب!۔

ثناء اللہ بلوچ:- جناب اسپیکر! ویسے تو قرارداد پر تفصیلی بحث و مباحثہ گزشتہ سیشن میں بڑی تفصیل کے ساتھ ہوئی ہے۔ جو بھی اہم امور تھے اس سے متعلق خصوصاً ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں بلوچستان کو یہ پانچ چھ areas

ہیں جہاں پر بلوچستان کو بہت بڑے فوائد حاصل ہوں گے۔ جناب اسپیکر! زمرک صاحب نے بالکل درست فرمایا کیونکہ یہ ایسی ڈویلپمنٹ ہے ایک ایسی ترقیاتی عمل ہے۔ جس کے نہ صرف معاشی یا معاشرتی اثرات ہیں بلکہ اس کے دُور رس اثرات ہمارے سماج پر، ہماری ماحولیاتی پر، ہمارے روزگار پر، ہماری ثقافت پر بھی ایسے پڑھے ہیں کیونکہ جب آئل ریفائنری آتی ہے دُنیا میں یہ بہت بڑی آبادی بھی اپنے ساتھ لے آتی ہے۔ یہ بڑا skilled-labour بھی اپنے ساتھ لے آتے ہیں۔ اور جب یہ آتے ہیں ان کے ساتھ ایک کچھ بھی آتا ہے۔ جہاں بھی جو بڑی سنجیدہ قومیں ہیں۔ جب ڈویلپمنٹ اس طرح کی بڑی آتی ہوتی ہے۔ اُسکے لئے اپنے کو پہلے سے بڑا تیار کرتے ہیں کہ کس ایریا میں ہمارے پاس یا کن امور سے متعلق gaps ہیں۔ ایک سب سے بڑا gap جو اُس دن میں نے identify کیا ہے اور میں اس لئے چاہ رہا تھا۔ بالخصوص اس میں جو آخری بات ہے کہ حکومت بلوچستان اور اراکین اسمبلی کو اعتماد میں لیا جائے۔ وہ ہے بلوچستان کے اندر ہمارے پاس skilled-human resources کا۔ اسی skilled-human resources کے یعنی ہمارے پاس انسانی وسائل کی کمی ہے۔ ہم نے اچھی یونیورسٹیاں نہیں بنائی ہیں۔ ہم نے اچھی پولی ٹیکنک نہیں بنائے ہیں۔ ہم نے اچھے ادارے نہیں بنائے ہیں۔ ہمارے پاس نوجوانوں کی ایک جم غفیر ہے۔ جو صرف اور صرف ان کے پاس بہت ہی معمولی قسم کی ڈگریاں ہیں۔ جو آئل ریفائنری کے سیکٹر میں کام نہیں آسکتی ہیں۔ ہمارے لئے سارے قابل احترام ہیں۔ جو تعلیم حاصل کرتے ہیں لیکن ایم اے بلوچی، ایم اے پشتو، ایم اے براہوئی، سوشیالوجی، Mass communication، انٹرنیشنل ریلیشن، پولیٹیکل سائنس، اسلامیات، یہ میرے خیال میں جناب والا آج کل کے دور میں جو بڑی ڈویلپمنٹ ہے۔ چاہے سی پیک کی آئی ہے، Energy related آئی، انفراسٹرکچر سے related آیا ہے۔ تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس قرارداد کے توسط سے دو ذمہ داریاں ہیں۔ وفاقی حکومت بلوچستان میں develop human resources کرنے کیلئے بلوچستان کے ہر ضلع میں ترقی بنیادوں پر کم از کم چار سے پانچ ٹیکنیکل ادارے قائم کریں۔ اور اس کیلئے ہم اپنے حکومتی ساتھیوں کو بتائیں گے کہ بھی کہ کون سے فورم ہیں۔ آئین کا کونسا آرٹیکل ہے۔ اور وفاق میں وہ کونسے وسائل ہیں جن کو آپ لیکر بلوچستان میں انسانی وسائل کا جو gap ہے، پچاس، ساٹھ سالوں کا، اس کو آپ minimize کر سکتے ہیں۔ اس کو reduce کر سکتے ہیں۔ اس کو کم کر سکتے ہیں۔ دوسری بات اس میں یہ ہے کہ اس کا بہت بڑا ایک political impact بھی ہوگا گوادر کے نمائندے حملہ کلمتی صاحب نے کل پرسوں بات کی ہے۔ دیکھیں! ہمارے ہاں demographic یعنی آبادیاتی کا بہت بڑا issue بن

رہا ہے۔ کچھلی اسمبلی نے یہاں پر ایک قرارداد بھی پاس کی ہے۔ تو اس قرارداد پر میں further انشاء اللہ پرائیویٹ ممبر ڈے پراسکو قانون سازی کیلئے لے آئیں گے۔ آپ لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہوگی۔ تو اس کے تمام امور کو ہمیں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ آج کے اس اجلاس میں تو نہیں ہو سکتا، ہم وہ سارے technical-aspects، اُس کے economic-aspects، اُس کے سیاسی aspects، اُس کے social-aspects، اُس کے باقی جو بھی expects ہیں۔ یہ سارے ہم سمجھتے ہیں اراکین اسمبلی کے طور پر ہماری ذمہ داری ہوتی ہے کہ ہم discuss کریں۔ ہم اپنے دوستوں کی رہنمائی کریں گے وہ ہماری رہنمائی کریں تاکہ اسلام آباد میں جو بھی M.O.U. sign ہوگا۔ کل میرے خیال میں سعودی ولی عہد تشریف لا رہے ہیں۔ اور ایک message یہ جانا چاہئے۔ پرسوں بھی جب ہم نے تقریر کی۔ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ investment کے خلاف ہیں۔ ہم ترقی کے خلاف ہیں یا بلوچستان میں بہت بڑی سرمایہ کاری جو ہوتی ہے، اُس کے خلاف ہیں۔ نہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بلوچستان میں ستر سالوں سے جو بہت بڑی امیدیں، بہت بڑی توقعات بلوچستان کے عوام کی تو قائم کی جاتی ہیں۔ لیکن بعد میں وہ ہوا کا غبارہ ثابت ہو جاتی ہیں۔ سی پیک سے بلوچستان کو، اُسکے اسکالرشپ کا بھی حصہ نہیں ملا ہے، روزگار تو دُور کی بات ہے۔ سی پیک میں سے اُسکو اس کا بجلی کا حصہ نہیں ملا ہے۔ سی پیک سے بلوچستان کو انرجی کا انفراسٹرکچر ہے 2500 سے 3000 کلومیٹر جو 500kv کی ٹرانسمیشن لائنیں نکھیں، اُس میں سے اُسکو حصہ نہیں ملا ہے۔ بلوچستان میں ایک پاور پروجیکٹ بھی آج تک نہیں بنا۔ 2013-14ء سے۔ بلوچستان میں ایک دورویہ سڑک یا Corridor یا موٹروے نہیں ملی۔ بلوچستان میں ایک صنعتی زون نہیں بنا۔ کیوں نہیں بنا؟۔ اسی لئے کہ کچھلی اسمبلی میں سارے جو ہمارے دوست تھے وہ سمجھتے تھے یہاں آنے سے یا دوچار تقریریں کرنے سے، نہیں۔ بلوچستان کو دن رات اس کے تمام بیماری کی تشخیص کی ضرورت ہے۔ اور جب تک ہم بیماری کی بلوچستان کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی بیماریوں کی صحیح معنوں میں تشخیص نہیں کرتے اور اس کے بعد اس کے حل کے لئے دن اور رات سر جوڑ کر بیٹھیں گے نہیں، یہ کوئی بھی ڈوپلمنٹ چاہے وہ ریفرنسز کی صورت میں ہو، گوادر انٹر پورٹ کی صورت میں ہو۔ گوادر پورٹ کی صورت میں ہو۔ یا آپ کے ریکوڈک کی صورت میں ہو۔ آپ کو فائدہ نہیں دے گا۔ سینڈک آپ کے سامنے مثال ہے۔ میں بار بار کہتا ہوں۔ سوئی گیس ہمارے سامنے مثال ہے۔ تو اس ریفرنسز کو ہم اپنی سابقہ غلطیوں سے سبق سیکھیں۔ سابقہ غلطیوں سے سبق سیکھتے ہوئے یہ عہد کریں کہ ہم میں یہ تفریق نہیں ہونی چاہئے۔ کہ آپ حکومت ہیں، ہم اپوزیشن ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم میں ایک حقیقت پسندی ہونی چاہئے کہ ہمارا

صوبہ بالکل پسماندہ ہے۔ نہ صرف پسماندہ ہے بلکہ وہ کہتے ہیں sliding-in-backward یعنی کہ پیچھے کی جانب جا رہا ہے۔ شرح تعلیم کم ہو رہی ہے۔ human-resources skills development ہمارا کم ہوتا جا رہا ہے۔ GDP یعنی ترقی کی جو شرح نمو ہے، وہ بلوچستان میں بالکل رُک چکا ہے، آگے نہیں بڑھ رہا ہے۔ بلوچستان کے جو وسائل ہیں وہ ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ ایک غریب، گداگر، بھکاری صوبہ بنتا جا رہا ہے۔ اگر بلوچستان کی سیاسی لیڈرشپ بلوچستان کی sensible لیڈرشپ ان تمام چیزوں کو بلوچستان کے معاملات کے ساتھ اگر Link نہیں کریں تو میرے خیال میں اُس وقت جو شاید بلوچستان آگے نہیں بڑھ سکتا ہے۔ جناب اسپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں محترم زمر خان اچکزئی صاحب کا مشکور ہوں۔ تمام دوستوں کا مشکور ہوں جو توجہ دلاؤ نوٹس میں نے لایا تھا، اُس کو آج اس کو ایک قرارداد کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ لہذا اسے منظور کیا جائے Thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکر یہ ثناء بلوچ صاحب۔ جی ظہور احمد بلیدی!۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ اعلیٰ تعلیم و اطلاعات):- جناب اسپیکر! جو یہ قرارداد ہمارے دوست لائے ہیں، بیشک اس میں بلوچستان کی rights کی بات ہے اور بڑا اچھا اور مثبت قرارداد ہے۔ لیکن میں اپنے دوستوں کے کچھ باتیں گوش گزار کروں گا۔ ہماری حکومت جب سے بنی ہے تو ہم نے بلوچستان کی ساحل اور وسائل اور لوگوں کے حقوق اور اس کی تعمیر و ترقی اور بلوچستان کے وفاق میں حقوق جو dues ہیں، اُن سب کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے مختلف پالیسی بنائی ہیں۔ اس میں for the first time بلوچستان میں ہم نے Land-Lease-Policy بنائی ہے۔ اور اس میں ہم نے واضح کر دیا ہے کہ جو بھی بیرونی کمپنی بلوچستان میں investment کے لئے آئیگی، اُسکو زمین خریدنے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ وہ یا گورنمنٹ آف بلوچستان کے ساتھ Equity-base پر معاہدہ کریں۔ یا زمین Lease پر لے۔ حالیہ دنوں پیشکان، گوادر میں جب Chinese نے وہاں پرائمری اور پراجیکٹ کے لئے زمین مانگی تو ہم نے اُن سے کہہ دیا کہ جی آپ کو زمین اُس صورت میں دینگے جب آپ بلوچستان گورنمنٹ کو اپنے ساتھ شراکت دار ٹھہرائیں گے۔ اس کے علاوہ ہم آپ کو Land-Lease پر زمین دیں گے۔ اور گورنمنٹ نے Lease جو لاگو کی۔ اُس پر 10%۔ وِن پرسنٹ اسکیشن کے ساتھ۔ اس کا مطلب ہے وہ چائینیز کمپنی جو ہے۔ بلوچستان گورنمنٹ کو ہر سال پانچ کروڑ روپے۔ اس کے ساتھ ہم نے یہ محسوس کیا تھا کہ سی پیک کے توسط سے اور بھی foreign-investment آرہی ہے۔ اُس میں بلوچستان کا کیا شیئر ہوگا۔ ہم نے آتے ہی بلوچستان ریونیو اتھارٹی میں ترامیم کی ہیں۔

اور 40% بلوچستان کو ہر کمپنی جو ہے۔ وہ ٹیکس دے گی۔ اور جناب اسپیکر! اس کے علاوہ ہم نے یہ محسوس کی ہے کہ ہماری جو Land-Lease-Policy ہے، 2002ء کی۔ وہ outdated ہے۔ اُس میں بلوچستان کے حقوق، بلوچستان کے rights اُس میں Protected نہیں ہیں۔ ہم نے اس میں وہ latest ایک at-par-requirement کے مطابق ایک پالیسی بنا رہے ہیں۔ جس میں ہم بلوچستان کے ساحل و وسائل، بلوچستان کی چیزوں کو ensure کریں گے۔ اسی طرح گوادری کی جو پہلے ماسٹر پلاننگ ہوئی تھی، اُس میں یہ بات تھی کہ جی گوادری کی جو پُرانی آبادی ہے، اُس کو وہاں سے relocate کر کے کسی اور جگہ لے آئیں۔ جب ہماری حکومت آئی تو ہم نے Chinese کی جو consultant-company ہے، CCC, HDI۔ تو ہم نے اُنکو کہا کہ جی گوادری کی جو پُرانی آبادی ہے۔ اُس کو ہم کسی صورت میں relocate نہیں کریں گے۔ اُس کو اُنکی خواہشات کے مطابق وہاں پر جا کر develop کریں گے۔ اور اُن کی خواہشوں کے مطابق وہاں جا کر settle ہوں گے۔ تو جناب اسپیکر! گوادری Hub of the Province گوادری ہمارا اکنامک hub ہے۔ گوادری کی ترقی اور گوادری تعمیر ہے۔ اور اسی طرح بلوچستان میں ایسے اقدامات ہوئے ہیں۔ اور وہ ہو رہے ہیں۔ جس طرح بلوچستان بینک ہے۔ باقی صوبوں نے اپنی اپنی بینک بنا دیئے تھے۔ لیکن ہمارے ہاں نہیں بنا۔ ہم نے کہا کہ جی اس کو بنائیں۔ اس سے پندرہ سو یا دو ہزار کے قریب پڑھے لکھے لوگوں کو روزگار ملے گی۔ اور گورنمنٹ آف بلوچستان کو سال میں تین سے چار ارب روپے فائدہ ہوگا۔ تو جناب اسپیکر! ہم ان چیزوں کا ادراک رکھتے ہیں۔ ہم نے اپنے جو Forest اور Wild-Life کی جو کہ پرانی ایک تھی، جو انگریزوں کے زمانے میں بنی ہوئی تھی۔ ہم نے اس کو بھی update کیا ہے۔ اور اس کو نیا ہم ایک Act اسمبلی میں لارہے ہیں۔ جس میں ہم انکو پابند کریں گے جو اس طرح کی کمپنی آئیگی۔ جس سے ہمارے بلوچستان کے ماحول میں اگر کوئی اثر پڑ سکتا ہے، تو اُن کو ہم نے کہا ہے کہ جی آپ plantation کریں۔ اور اسی context میں گوادری میں ایک ملین درخت بھی لگا رہے ہیں۔ جو پشکان والی جو کمپنی آئیگی، RPP ریٹیل پاور پراجیکٹ جو ہے اسے بھی ہم نے پابند کیا ہے کہ جی آپ آپ کے یہاں پر ایک massive plantation کریں تاکہ جو وہاں کا جو ایکوسٹم ہے، وہ بہتر ہو۔ تو جناب اسپیکر! میں یہاں پر یہ قرارداد چونکہ اس طرح کی قرارداد ہے اور میں آپ کے یہ بھی گوش گزار کروں کہ یہ ایک بہت بڑی huge-investment آرہی ہے۔ اس میں میں خود گیا تھا وہاں پر، جو اُنکے پیٹرولیم منسٹر آئے ہوئے تھے۔ تو وہاں پر میں نے خود انکو کہا کہ آپ اسکے ساتھ ساتھ جو دس ارب ڈالرز سے اوپر جو investment

آ رہی ہے، اسکے ساتھ ساتھ ہمیں وہاں ان socio-economic development areas کی ضرورت ہے۔ آپ ہمیں مختلف projects دیں جو ہمارے لوگوں کی زندگیوں کو بہتر کریں۔ تو اس بات پر وہ مان گئے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم جب آئیں گے تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ جتنے بھی areas کی ضروریات ہوں گی ہم اپنی جو انکو foreign-investment ہے۔ یا foreign-aid-programme ہے، سعودیہ کی، ہم اس تو سطر سے یہاں بالکل ان areas کو focus کریں گے۔ تو جناب اسپیکر! میں اس قرارداد کی حمایت کرتا ہوں۔ لیکن اس بات پر کہ جی گورنمنٹ آف بلوچستان وہ اپنی rights اور اپنے لوگوں کے حقوق، وہ بالکل protect کر رہی ہے۔ اور فیڈرل گورنمنٹ نے ہمیں بالکل کہا ہے، تاریخ میں پہلی بار یہ ہے کہ جب عمران خان صاحب نے جو ہے پلاننگ کمیشن کو directions دیئے ہوئے تھے کہ آپ بلوچستان جا کے وہاں کے لوگوں سے، وہاں کی حکومت سے، وہاں کے ممبران سے، مل کے اسکیمات بنائیں۔ اور انہوں نے یہ بھی وعدہ کیا ہوا ہے کہ ہم ان اسکیمات کو priority-basis پر کریں گے۔ جس میں انشاء اللہ تعالیٰ جب یہ فیڈرل پی ایس ڈی پی بن جائیگی تو آپ دیکھیں گے کہ کس طرح بلوچستان کے rights اور بلوچستان کے projects ان میں شامل ہیں۔ اسی طرح جو ہمارے بھائی ثناء بلوچ صاحب نے کہا کہ جی وہاں فنی تعلیم۔ تو جناب اسپیکر! میں ان کیلئے گوش گزار کراؤں کہ ہم نے آتے ہی گوادر کے یونیورسٹی ایکٹ کی منظوری دی ہے۔ اور فیڈرل گورنمنٹ سے ہم نے take-up کیا ہوا ہے کہ at-the earliest اسکو مکمل کریں۔ اور ہمارا ارادہ بھی یہی ہے کہ بلوچستان میں ایک پولی ٹیکنک یونیورسٹی کی ضرورت ہے، جس میں ہمارے بچوں کو، نوجوانوں کو ٹیکنیکل تعلیم دی جائے۔ اور اس پر ہماری deliberations بڑی تیزی سے چل رہی ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ مستقبل میں آپ دیکھیں گے کہ بلوچستان میں پولی ٹیکنک یونیورسٹی کا بھی قیام ہوگا۔ تو میں اس قرارداد کی حمایت کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا چلوں کہ The government is very much cognizant of the rights of the people and we are doing our best.

انشاء اللہ آپ مزید بھی دیکھیں گے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکریہ۔ آیا مشترکہ قرارداد نمبر 13 کو منظور کی جائے؟ قرارداد منظور ہوئی۔

جی آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:- جناب اسپیکر صاحب! آپ کو معلوم ہے اور ہمارے سب معزز اراکین کو بھی

معلوم ہے کہ بلوچستان میں تعلیم بہت زبوں حالی کا شکار ہے۔ اور نقل کا جو رجحان ہے وہ آسمان کو چھو رہی ہے۔ ہمیں یہ توقع تھی کہ موجودہ حکومت اسکے تدارک کیلئے کوئی سختی کرے گی لیکن فی الحال جو موجودہ امتحانات شروع ہوئے، تمام examination-halls میں اکثر نقل کو ترجیح دی جاتی ہے۔ بلکہ جو صاحب اقتدار لوگ ہیں وہ اپنے بچوں کو نقل دلانے کیلئے راتوں رات ایک سینٹر سے دوسرے سینٹر میں لے جاتے ہیں۔ تو یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ جو اس محکمے سے وابستہ لوگ ہیں، اُن کا بھی یہ رجحان ہے۔ تو وزیر صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں میں اس ہاؤس کی توسط سے میں یہ اُنکے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ جب تک ہمارے بچے صحیح تعلیم حاصل نہیں کر سکیں گے۔ ہم دنیا میں ناکام رہیں گے۔ ہم کسی بھی competitive-exams میں نہیں جاسکیں گے۔ ہمارے، آپ کے پیچھے یہ پڑے رہیں گے۔ یہ نوکری دلا دو، وہ نوکری دلا دو۔ اس قسم کے طالب علم بی اے کریں، ایم اے کریں یا کچھ بھی کریں۔ وہ اس قوم اور ملک اور صوبے کی خدمت نہیں کر سکتے ہیں۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ اس حوالے سے سخت اقدامات لئے جائیں۔ اور نقل کا تدارک کیا جائے۔ ایک کی جگہ پر دوسرا بیٹھ کے امتحان دے رہے ہیں۔ اس مسئلے کی طرف توجہ دی جائے۔ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ تعلیم ہے۔ جب تک ہم صحیح تعلیم حاصل نہیں کر سکیں گے، ہم اس صوبے کو ترقی نہیں دے سکیں گے۔ تو آپ کے اور اس ہاؤس کے توسط سے میں صاحب اقتدار اور ٹریڈری پیچر کو خصوصاً میرے بھائی تشریف نہیں رکھتے ہیں، لہڑی صاحب کو، اُنکے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ اس پر فوراً اقدامات کیے جائیں۔ بیشک وہ زلٹ %10 آئے، %5 آئے۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے کہ %90 زلٹ آئے۔ کاغذ انکے ہاتھ میں ہوں اور آتا جاتا کچھ نہیں ہو۔ ہم کسی صوبے میں منہ دکھانے کے قابل نہیں ہوں۔ اپنے بچوں کی زندگیوں کو ہم تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ والدین سے بھی گزارش ہے، اساتذہ سے بھی گزارش ہے، تعلیم کے شعبے سے وابستہ اُن حضرات سے بھی گزارش ہے کہ خدارا! اسکی حوصلہ شکنی کی جائے۔ نہ کہ اسکی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔ اس وقت یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ بہت شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکر یہ آغا صاحب! آپ نے بہت اچھی بات کی ہے۔ یہ یقیناً ایک غلط کام ہے جو قابل بچے ہیں اُنکا حق ان سے چھینا جاتا ہے۔ تو کنٹرولر، بلوچستان بورڈ کے چیئرمین جو ہیں، سیکرٹری اور منسٹر سب کو میں یہ کہتا ہوں کہ اسکو فوری طور پر روکا جائے۔ آپ دونوں تشریف رکھیں۔ یہ کارروائی چلنے دیں۔ zero-hour میں پھر آپ لوگ بیشک جو بات کرنا چاہتے ہیں، آپ لوگوں کو نائم دیا جائے گا۔ یہ ایک قرارداد رہتی ہے۔ یہ سرکاری کارروائی ہے۔ یہ کر کے پھر آپ لوگوں کو بات کرنے کا موقع دیا جائے گا۔ جناب

ملک نعیم خان بازئی صاحب اور جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب، رکن اسمبلی میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 14 پیش کریں۔

نصر اللہ خان زیرے:- مشترکہ قرارداد نمبر 14 - ہر گاہ کہ کوئٹہ شہر میں گندے پانی سے سبزیوں کی کاشت کا سلسلہ عرصہ دراز سے جاری ہے۔ جس سے وبائی امراض پھیلنے کا خدشہ اور انسانی جانوں کو خطرات لاحق ہیں۔ کوئٹہ کے مختلف علاقوں میں گندے اور زہریلے پانی سے سبزیوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ طبعی ماہرین کے مطابق گندے پانی سے کاشت کی جانے والی سبزیوں کے استعمال سے ملیریا، ٹائیفائیڈ اور کالے ریقان جیسے خطرناک بیماریاں پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ گندے پانی سے کاشت کی جانے والی فصل کو فوری طور پر تلف کریں۔ اور آئندہ اس کی روک تھام کیلئے مؤثر کارروائی عمل میں لائی جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- اس کی admissibility کی وضاحت فرمائیں۔

نصر اللہ خان زیرے:- جناب اسپیکر صاحب! چونکہ میں خود کوئٹہ سے ایم پی اے ہوں۔ ملک صاحب بھی اور باقی ہمارے ممبران آپ کو پتہ ہے کہ آج بھی کوئٹہ کے اطراف میں کم و بیش کوئی اندازے کے مطابق پندرہ سو ایکڑ زمین پر اس قسم کی گندے پانی سے جو سبزیات ہیں اُسے اُگایا جاتا ہے۔ خاص کر اسپنی روڈ، ہدہ، منوجان روڈ، کلی اسماعیل، خروٹ آباد، جان محمد روڈ، خالق آباد، سبز روڈ، کلی دیبہ، سمنگلی روڈ، کلی خیزی، نوحصار، ترخہ، کرک، ہلیلی اور آس پاس کے مختلف علاقوں میں اور اس حوالے سے یقیناً بہت سارے ماہرین جو صحت کے ماہرین ہیں اُنکا کہ اس قسم کے گندے پانی سے جو ہم سیوریج میں استعمال کرتے ہیں، وہ جا کر کے آگے یہ سبزیاں اُن سے اُگائی جاتی ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے جو جس طرح قرارداد میں کہا گیا ہے کہ اس سے بہت زیادہ خطرناک قسم کی بیماریاں پھیلتی ہیں، ٹائیفائیڈ اور پٹائٹس B-C یہ اسکے مختلف اشکال، ملیریا اور بھی بہت سی بیماریاں ہوتی ہیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت یہاں ہمارے وزراء صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں، کم از کم اس حوالے سے کوئی سنجیدہ قدم اُٹھائیں۔ ڈپٹی کمشنر کو، کوئٹہ کے ایڈمنسٹریٹر کو، باقی جو زمینداران ہیں، انتظامیہ کے، ان کو وہ فوری طور پر اس قسم کی جو سبزی اُگائی جاتی ہیں ان کو تلف کریں۔ آپ یقین کریں میں کچھ دن پہلے یہاں جان محمد روڈ، خالق آباد گیا تھا۔ بالکل عین ایک بہت بڑی آبادی ہے وہاں کوئی زمین کا تنازعہ چل رہا تھا۔ تو وہ زمین پڑی ہوئی تھی کوئی پانچ چھ ایکڑ۔ اس پوری زمین پر انہوں نے اس گندے پانی سے وہ سبزیاں اُگا رہے تھے۔ تو اس طرح بہت سارے علاقوں میں ہیں۔ یہاں پر

ہمارے منسٹر صاحبان دو، تین بیٹھے ہوئے ہیں kindly آپ اسکو ایڈریس کریں۔ اس کیلئے فوری طور پر کوئی ہنگامی بنیاد پر کوئی میٹنگ بلا لیں۔ ہمیں بھی بلا لیں۔ اپنے انتظامیہ کو کہ مزید اسکو اُگانے کی اجازت نہیں دی جائے۔ بارہا اسمبلی کے فلور پر باتیں ہوتی ہیں لیکن اس پر پھر عملدرآمد نہیں ہوتا ہے۔ تو میں گزارش کروں گا منسٹر صاحب سے کہ وہ اس حوالے سے ہمیں کچھ response بھی کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکریہ۔ بلیڈی صاحب! آپ دو منٹ تشریف رکھیں۔ جی دمٹر صاحب۔

نور محمد دمٹر (وزیر محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ و واسا):- جناب اسپیکر صاحب! قرارداد نمبر 14 کا جو تعلق ہے، یقیناً ہمارے دوستوں کی بات حق بجانب ہے۔ یہاں پر سبزیاں ایک گندے پانی سے ہی عرصہ دراز سے یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ تو اس کے alternate کوئی بندوبست نہیں تھا۔ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ نے ایک ایس ٹی پی پلانٹ آج سے کوئی دس بارہ سال پہلے سبز ل روڈ پر لگایا ہے۔ یہ بلیک واٹر کو صاف کرنے کیلئے۔ especially اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے جو لوگ زمینداری کرتے ہیں ان سے یا جو لوگ plantation کرتے ہیں یا کوئی ہماری سرکاری دفاتر میں جو greenery ہے، parks وغیرہ ہیں تو ان کو جو clean drinking water ہے۔ ان کو save کرنے کیلئے اور یہ جو گنداپانی ہماری جو ضائع ہو رہی ہے، ان کو بچانے کیلئے تو یہ پلانٹ تقریباً دس، بارہ سال سے بند پڑا ہے۔ تو ابھی ہماری حکومت آنے سے اس پلانٹ پر ابھی کام شروع ہوا ہے۔ تو میں اور سی ایم صاحب نے ان کا باقاعدہ visit کیا۔ تو وہاں پر سی ایم صاحب نے ان کیلئے باقاعدہ کوئی پندرہ ملین روپے کا اعلان بھی کیا ہے وہاں پر۔ تو اس پر ابھی کام ہو رہا ہے۔ اور مختلف پبلک پارٹنرشپ پر ہم نے لوگوں کو دعوت دی ہے اخبارات میں شاید آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا۔ تو کچھ پارٹنریاں پہلے آئے تھے۔ انہوں نے ہمارے requirements کو پورا وہ نہیں کر سکے۔ تو ابھی دوبارہ پھر ہماری ٹینڈر لگا ہوا ہے۔ تو یہ کچھ دنوں میں شاید وہ پھر وہ کر دیں گے ٹینڈر۔ پبلک پارٹنرشپ پر ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم اسکو چلا لیں۔ تو ان کے چلانے سے یقیناً گندے پانی سے جو سبزیاں لوگ لگا رہے ہیں، اُگا رہے ہیں۔ تو یہ پھر بند ہو جائیں گے۔ اس پر already ہم کافی کام کر چکے ہیں۔ تقریباً کچھ ہی دنوں میں ایک مہینے کے اندر اندر ہم کوئی ایک progress دے سکتے ہیں اس ایوان میں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکریہ دمٹر صاحب۔ جی آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:- جناب اسپیکر! آپ کی اجازت سے میں محترم ہمارے منسٹر پی ایچ ای کے نوٹس میں یہ لانا چاہتا ہوں کہ انہوں نے صحیح فرمایا کہ ایک پلانٹ جو اس طرف لگا ہوا ہے۔ پچھلے دس سال سے یہ

فنکشنل ہونے کے بعد بالکل بری حالت میں ہو گیا ہے۔ ایک dismental کی position میں ہے، functional نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ انکے نوٹس میں یہ بھی لانا چاہتا ہوں کہ ایک دوسرا پلانٹ جو یہ خیزی روڈ کی طرف جاتی ہے، یہاں کیلئے بھی ایک پلانٹ خریدا گیا تھا۔ اس کی مشینری یہاں پڑی ہوئی ہے۔ لیکن پلانٹ پر کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔ یہ دو پلانٹ plan ہوئے تھے۔ تاکہ کوئٹہ کا جو wasted-water ہے اس کو recycle کیا جائے۔ اور قابل کاشت بنایا جائے۔ یہ پلانٹ جو انہوں نے دیکھا، یہ کچھ دنوں کیلئے اس کی تعمیر ہوئی تھی۔ لیکن ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ لیکن جو دوسرا پلانٹ ہے اُس کیلئے مشینری آئی ہوئی ہے، پڑی ہے لیکن پلانٹ کا کوئی دَرک نہیں ہے۔ تو ان سے میں گزارش کروں گا کہ حکمہ سے وہ بھی معلوم کریں تاکہ ساتھ ساتھ وہ بھی functional ہو۔ اور ایک بہت اہم issue اٹھایا ہے ہمارے زیرے صاحب نے، واقعی بھی یہ بہت عرصہ دراز سے اس گندے پانی سے کاشت ہو رہی ہے۔ اور یہاں ہمارے ہاں پانی بھی نہیں ہے تو اس پانی کو اگر recycle کر کے اور دوبارہ agriculture purposes کیلئے استعمال کیا جائے۔ تو اس حوالے سے پانی کے استعمال کا کچھ تدارک ہو سکے گا۔ اور ہمارے وزیر پرائیج ای صاحب جو ہیں وہ معاملات میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور یہی امید ان سے کرتے ہیں کہ دونوں کو functional کرائیں گے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکریہ آغا صاحب، جی اختر حسین صاحب!۔

میر اختر حسین لاگو:- اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ جناب اسپیکر! آج اس قرارداد نمبر 14 پر بات ہو رہی ہے یہ یقیناً ایک بہت ہی گھمبیر اور خطرناک مسئلہ ہے۔ جناب والا! جب سے یہ گندے پانی پر زمینداری کا ایک رواج کوئٹہ شہر میں شروع ہوا ہے جیسے پہلے مختلف کاریزات تھے۔ کوئٹہ میں چشمے تھے اور ٹیوب ویلیں تھیں۔ جن کے اوپر زمینداری ہوتی تھی۔ لیکن خشک سالیوں کی وجہ سے وہ تمام چشمے، ٹیوب ویلیں اور جو کاریزات تھے، وہ خشک ہو گئی ہیں۔ اور مجبوراً جو اس شہر کے زمیندار تھے انہوں نے اس جو ہمارے سیوریج کا پانی ہے اس کا سہارا لینا شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے اگر آپ ratio نکالیں statistics نکال لیں تو کوئٹہ شہر کی جو پرانی اور آج کے دور کی جو بیماریاں ہیں وہ میرے خیال سے ہزاروں گنا زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ آج جو ہمارا بی ایم سی میں ایک کینسر کے حوالے سے یونٹ ہے، اُس میں مریضوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ آج اس شہر میں ہمیں ایک کینسر ہسپتال کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ جس کے لئے اس اسمبلی میں منظوری بھی ہوئی تھی پچھلی گورنمنٹ نے منظوری دی، پیسے بھی اس کے پڑے ہوئے ہیں۔ تو جناب اسپیکر! اس سے پہلے بھی ایک دن

اسی طرح کے ایک موضوع پر بحث ہو رہی تھی کہ اگر ہم چیزوں کو تھوڑا سا streamline کر لیں تو ہم یہ جو ہیلتھ کے حوالے سے جو ثناء بلوچ اُس دن بیان کر رہے تھے کہ ہیلتھ کے حوالے سے جو کروڑوں روپے سالانہ ہم خرچہ کرتے ہیں۔ ہم اُن چیزوں کو بچا سکتے ہیں۔ اس واسا کی ایک پروجیکٹ تھا دوٹر صاحب نے ابھی جس ٹریٹمنٹ پلانٹ کا ذکر کیا یہ کوئی چارٹرڈ ٹریٹمنٹ پلانٹ proposed ہوئے تھے جو پچھلے 2002ء کی حکومت تھی اُس دوران۔ ان میں سے ایک ٹریٹمنٹ پلانٹ فنکشنل ہوا۔ لیکن اس پر بھی یا تو سٹاف کی کمی ہے یا کوئی اور وجہ ہے کہ فنکشنل ہونے کے باوجود اس پر تالے لگا کر اسکو بند کر دیا گیا۔ اس کو استعمال میں نہیں لایا جا رہا ہے۔ حالانکہ اُس میں خرابی کوئی نہیں ہے۔ کچھ عرصہ انہوں نے چلایا بھی اگر اسی کو چلا کے جو آس پاس کی زمیندار ہیں اس کے پانی کو ان زمینداروں کو دیا جائے۔ بیشک ان کے اوپر ایک ٹیکس بھی لگایا جائے۔ اور یہ خود ٹریٹمنٹ پلانٹ جو ہے یہ profitable-plants ہیں۔ اس میں سے ہم fertilizer اس میں سے گر لیں بنتا ہے۔ سرف اس میں نکلتا ہے۔ یہ جتنی چیزیں ہیں وہ خود ایک اپنا profit خود کما کے جو ہے وہ اس کو چلانے کے قابل کر سکتے ہیں۔ دوسرا ایک جو منوجان روڈ کے متعلق جیسے زیرے بھائی نے ذکر کیا منوجان روڈ میں نیچے کی طرف جب آپ جائینگے جہاں پر یہ زمیندار اور یہ کھیتی باڑی ہو رہی ہے، وہاں پر جنگل باغ کے ساتھ جو محکمہ forest کی زمین ہے وہاں پر اسکے لئے باقاعدہ زمین بھی خریدی گئی تھی۔ اور اس کا مشینری بھی منگوا یا۔ لیکن وہ آج دن تک کاشتوں میں بند ہیں۔ اُس کو استعمال میں نہیں لایا جا رہا ہے۔ اگر اس تمام پانی کو divert کیا جائے اس پلانٹ میں اس کو بنایا جائے اس کو فنکشنل کیا جائے اور اس پلانٹ میں اس کو divert کر کے اس کے بعد زمینداروں کو مہیا کی جائے۔ تو اس سے یہ ہے کہ ہمارے جو زمیندار لوگ ہیں یہاں اس صنعت سے اس زمینداری سے جو لوگ وابستہ ہیں۔ اُن کی روزگار کا مسئلہ بھی نہیں ہوگا۔ اور ایک صحت مند سبزی اور چیزیں بھی معاشرے کو available ہوں گی۔ اور اسی طرح جو ہمارا drinking-water ہے جس کو ہم اپنے پارکوں کے لئے، اپنے لان وغیرہ کے لئے، گاڑیوں کی دھلائی کے لئے۔ ہم پہلے بھی اس کا اس اسمبلی میں ذکر کر چکے ہیں۔ اُس کے لئے ہم ضائع کر رہے ہیں۔ تو اس پانی کو ہم یہ ان تمام چیزوں کے لئے بھی استعمال لاسکتے ہیں۔ ایک پلانٹ انہوں نے propose کیا تھا اُس دوران بلوچستان یونیورسٹی میں سے کہ جو اوپر سے جو پانی آئیگا بلوچستان یونیورسٹی کی جتنی plantations ہیں جتنے lawns ہیں انکے لئے بھی وہ پانی استعمال ہوگا۔ اور جو اضافی پانی ہوگا وہ بلوچستان یونیورسٹی کے آس پاس جو زمینداری ہو رہی ہے، یہ پانی اُن کو بعد میں زمینداروں کو مہیا کی جائیگی۔ میرے خیال سے اس کا واحد حل بھی یہی ہے کہ ہم بجائے لوگوں کو بیروزگار کریں، ان کو صحتمند

روزگار دیں۔ ہم یہ plants جو چار proposed ہوئے تھے، میری request ہے دوٹر صاحب پی ایچ ای کے منسٹر ہیں، ان سے بھی اور حکومت بلوچستان سے بھی میری یہ request ہے کہ اس چار کی تعداد کو ہم مزید بڑھالیں۔ چونکہ شہر کی آبادی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور مختلف ایریاز ہیں، جو ان چار plants جو proposed ہوئے تھے ان سے cover بھی نہیں ہوں گے۔ تو ان کو چار کی جگہ اگر ہم آٹھ یا دس کر لیں۔ اور جتنا ہمارے پاس جو waste-water آتا ہے اس کو ہم treat کر کے ہم دوبارہ استعمال میں لے آئیں۔ تو اس سے ہمارے شہر کا ایک بہت بڑا مسئلہ بھی حل ہوگا اور ہمارے جو یہ زمیندار ہیں وہ بیروزگار ہونے سے بھی بچ جائیں گے۔ اور ہمارے معاشرے میں جو بیماریاں ہیں سیوریج کے پانی کی وجہ سے، جو اس سے کھیتی باڑی جو ہو رہی ہے اس کی وجہ سے جو بیماریاں پھیل رہی ہیں، ان کی بھی روک تھام کر کے ہم ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے کروڑوں روپے ہم بچا سکتے ہیں۔ بہت شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکر یہ لائگو صاحب۔ جی نواز خان کا کڑ صاحب۔

محمد نواز خان کا کڑ:- شکر یہ جناب اسپیکر۔ قرارداد تو یقیناً ایک اچھی موضوع پر چھیڑی گئی ہے۔ لہذا میری knowledge کے مطابق جہاں تک میں زمینداری کو سمجھا ہوں اور جو زمینداریاں اور بہترین زمینداریاں ہوتی ہیں وہ ہم کھادوں کے ذریعے اُس کو بڑھاتے ہیں۔ لیکن ایک چیز آپ treat کرنے کی بات کرتے ہیں۔ تو قدرتی طور پر وہ یہاں موجود ہوتی ہیں ہر پودے میں جڑیں ہوتی ہیں وہی اس پانی کو treat کر کے وہ۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ فضلہ جا کے وہ فضلہ عام طور پر جتنا بھی جاتا ہے گندا پانی جاتی ہے وہ سارا گندہ پانی رہ جاتا ہے۔ تو جب آپ treat کرتے ہو تو یہی پانی پھر یہی پانی پھر آپ استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہی پانی پھر کہاں سے پھر صاف ہوگی۔ treat تو قدرتی طور پر یہ خود ہو جاتی ہے۔ لیکن اسی سے جو ایک صحت مند پودے جو ہیں وہ اسی سے پائے جاتے ہیں۔ ہم اپنے باغات کو جا کے وہ گوبر دیتے ہیں۔ پھر وہ گوبر جا کے ہمیں اچھی فصل دیتے ہیں۔ تو یہ ہم treat کرتے ہیں۔ ہم تازہ پانی اُس پر لگا کے اُسی گوبر کا جو ہے قوت اُسی زمین کو دیتے ہیں۔ پھر زمین لے کے درخت لے کے یا پھر پودے لے کے اُس کو اپنے اوپر لے چلتے ہیں۔ چونکہ قدرتی طور پر ہر پودے میں treatment کے جو اجزاء ہیں وہ موجود ہوتی ہیں۔ لہذا اس طرح اگر ایک بات یہ کہی گئی یہاں پر کہ جتنے بھی لوگوں نے یہاں پر کاشت کی ہے سبزیاں، اُسکو تلف کیا جائے۔ کیا قدرتی طور پر یہ پانی treat نہیں ہوتی؟۔ جب آپ treat کرتے ہیں کہ یہ پانی پھر پینے کے قابل ہو جاتی ہے تو treatment کا تو یہی مطلب ہے یہ تو پھر صاف ہو گیا۔ پھر پودے کو دے دو۔ پھر کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اگر

اسی طرح قدرتی طور پر treat ہوتا ہے تو مسئلہ ہوتا ہے۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے اس میں لہذا اگر آپ ان چیزوں کو مد نظر رکھ کے اگر treatment-plant لگائے گئے۔ دس سال ایک پلانٹ ناکارہ پڑا ہوا ہے۔ پھر کتنے آپ اس کو جو ہے وہ کر سکتے ہیں۔ لہذا یہ قدرتی نظام کو نہیں چھیڑا جائے۔ اس کو اسی طرح اسی حالت رہنے دیا جائے۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکر یہ۔ آیا مشترکہ قرارداد نمبر 14 کو منظور کی جائے؟

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ اعلیٰ تعلیم اور اطلاعات):- جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی آپ کریں دو منٹ بات کریں، بلیدی صاحب کریں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ اعلیٰ تعلیم اور اطلاعات):- یہ جو ہمارے دوست ہیں، یہ قرارداد پیش کی ہے، definitely یہ جو ہے لوگوں کی اہم ضرورت ہے۔ اور ہم اس کو support بھی کرتے ہیں۔ لیکن کوئٹہ چونکہ بلوچستان کا دار الحکومت ہے۔ یہاں پر بلوچستان کے جتنے بھی اضلاع کے لوگ ہیں یہاں پر انکا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ اور یہاں کیونکہ پاپولیشن میں بھی انکا اچھا خاصہ حصہ ہے۔ تو اُس حوالے سے جو کوئٹہ ڈویلپمنٹ ہے کوئٹہ کی جو صفائی ستھرائی ہے۔ کوئٹہ کا ٹریفک کا نظام ہے۔ اُس پر بھی ہماری حکومت نے اچھا خاصا کام کیا ہے۔ کوئٹہ پیکیج کے لئے تقریباً ایک ارب روپے ہم نے release کر دیئے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ بہت جلد اس پر کام شروع ہوگا۔ definitely یہ بڑا chronic مسئلہ ہے۔ یہ جو گندے پانی پر جو ہم لوگ کاشتکاری کرتے ہیں اس پر گورنمنٹ اقدامات کر رہی ہے۔ اس پر اور مزید بھی اقدامات لے گی۔ اور ہماری کوشش یہ ہے کہ لوگوں کو ایک صاف ستھرا ماحول اور ایک صاف ستھرا ان کو کاشتکاری کا ماحول فراہم کر سکیں۔ تو اس کے ساتھ چونکہ ہمارے بہت سے یہاں پر لوگ ہوتے تھے جو سڑکوں پر پڑے ہوتے تھے۔ ان کے لئے ہم نے shelter-homes بنائے ہیں۔ یہ اپنی روڈ پر دو سو بندوں کا shelter-home بن چکا ہے جو کہ functional بھی ہے۔ اس کے ساتھ ایسی اضلاع ہیں جو پی ڈی ایم اے کے توسط سے ہم انکو وہاں پر shelter-homes بنا رہے ہیں۔ جناب اسپیکر میں اس کی حمایت کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- بلیدی صاحب اذان شروع ہے۔

(اذان عصر۔ خاموشی)۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- احمد نواز صاحب! اگر مختصر بات کرنا چاہتے ہیں تو کریں۔

احمد نواز بلوچ:- جناب اسپیکر صاحب! جس پانی کے موضوع پر آج بحث ہو رہی ہے یا جس پر قرارداد پیش

ہوئی ہے، یہ بہت ہزاروں سال پہلے یہ تاریخی ہے جو پہلے ہمارے لوگوں کے یہاں جو کاریزات تھے جیسے اختر حسین بھائی نے کہا یہ ہمارے جو وہاں انگریز جب آئے تھے اُس نے بھی یہاں treatment-plant قدرتی طور پر انہوں نے اپنے حساب سے یہاں بنائے تھے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں جو پلانٹ نصب ہے وہ بارہ، تیرہ سالوں سے ایسے ہی بند پڑا ہوا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس ہمارے عوام کے ساتھ اور ہمارے ان زمینداروں کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے جو مجبوراً اپنے گھر کو چلانے کے لئے ظاہر ہے وہ یہی پانی استعمال کریں گے۔ جب تک ہم پلانٹ کی مد میں جو رشوتیں کھائی گئی ہیں، وہ بھی انہوں نے کھالی ہیں۔ مگر جو پلانٹ ابھی بند ہیں، اگر ان کو دوبارہ شروع کیا جاتا ہے۔ اور سی ایم صاحب اور موصوف ہمارے وزیر صاحب وہاں دورہ کرتے ہیں۔ مگر علاقے کے ایم پی اے کو اپنے ساتھ نہیں لے جاتے ہیں۔ تو میں اس بناء پر اس قرارداد کی مخالفت کرتا ہوں۔

نصر اللہ خان زیرے:- جناب اسپیکر صاحب! ایسا ہے کہ یہاں جو بات چھڑ گئی ہے۔ پہلے تو میں منسٹر پی ایچ ای کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس قرارداد کی حمایت کی ہے اور treatment-plant کے حوالے سے بات کی ہے۔ یقیناً یہ جو بات میں نے قرارداد میں لائی ہے باقی سب دوستوں نے ان کی حمایت کی ہے۔ یہ اگر کوئی سادہ انداز میں اسکو نہیں لیا جائے کہ ہم اپنے فصلات کو گوبر دیتے ہیں۔ لیکن آج دنیا بہت آگے گئی ہے۔ آج مختلف کھاد ایجاد ہوئے ہیں۔ وہ بھی بڑے اُس انداز میں جا کر کے وہ کھاد کی تیاری ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہو کہ پورا آپ کا فصلات جو ہے ناں وہ گندے پانی سے اُگائے جائیں۔ یہ بہت متضاد باتیں ہیں۔ یہ ایسا ہے کہ سائنس کی آپ نفی کر رہے ہو۔ تو صاف پانی، صاف ہوتا ہے گند پانی نالیوں کا پانی وہ کبھی کبھی کسی بھی دنیا میں وہ فصلات اُگانے کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکریہ۔ جی قادر نائل صاحب! مختصر دو منٹ بات کریں تاکہ آگے کاروائی بڑھایا جائے۔ قادر علی نائل:- جناب اسپیکر انتہائی اہم نوعیت کی جو قرارداد نصر اللہ صاحب نے لائی ہے چونکہ میرا تعلق بھی کوئٹہ شہر سے ہے اور میرے راستے سے ہی گزرتا ہے جو اسپینی روڈ کے آس پاس ہے۔ اب یہاں پر اس طرح باتیں ہو رہی ہیں کہ گوبر اور پتہ نہیں کھاد جو پرانے زمانے اور نیچرل کی بات ہو رہی ہے اس سے میں سمجھتا ہوں یہ تو ایک انسانی المیہ ہے جو ہم لوگ جنم دے رہے ہیں۔ اس کا آپ جا کے visit کر لیں وہاں جہاں پھاسٹس کی اتنی بیماریاں جو پھیل رہی ہیں، وہ سارے انہیں سبزیوں سے ہیں۔ آپ سبزی منڈی میں جائیں وہاں پر شاہرگ، ہرنائی اور ڈھاڈر کی باتیں کر کے اُس کے نام سے یہی سبزیاں بیچی جا رہی ہیں۔ تو یہ واقعاً جس طرح مجھے توقع ہے کہ جو منسٹر صاحب نے اس حوالے سے بات کی کہ آج جو مہذب قومیں ہیں، جو مہذب دنیا ہے

وہ صاف پانی سے کاشت کرنے کے باوجود سبزیاں جو ہے لیبارٹری بھیجی جاتی ہیں تاکہ وہاں پرانکی rechecking ہو جائے۔ لیکن ہم لوگ گندے پانی کی فصلات ان سے جو سبزیاں ہیں وہ کھا رہے ہیں۔ اور اس کو نام دے رہے ہیں کہ گوہر اس کے ساتھ ہونا چاہیے۔ جدید ٹیکنالوجیوں میں اس طرح کی باتیں۔ مجھے اپنی حکومت سے توقع ہے اپنے وزیر سے یہ امید ہے کہ انہوں نے جو یقین دہانی کرائی ہے اس پر کام ہوگا۔ اور جو کوئی پیکیج کے حوالے جو رقم مختص کی گئی ہے، مجھے توقع ہے کہ اس حوالے سے اسکو بھی خصوصی توجہ دی جائے گی۔ میں اپنی پارٹی کی طرف سے قرارداد کی حمایت کرتا ہوں، بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکریہ، آیا قرارداد نمبر 14 کو منظور کی جائے؟۔ مشترکہ قرارداد نمبر 14 منظور ہوئی۔

zero-hour۔ جناب ثناء اللہ بلوچ صاحب، رکن اسمبلی، بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انضباط کار مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 101 (الف) کے تحت اپنی عوامی اہمیت کا مسئلہ پیش کریں۔

ثناء اللہ بلوچ:- شکریہ جناب اسپیکر۔ جناب والا! میرا عنوان ہے آج کے حوالے سے خشک سالی کے باعث بلوچستان کو تین سو ارب سے زائد لاگت کی جو نقصانات ہوئے ہیں کیا وزیر پی ڈی ایم اے ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ:

(الف)۔ کیا یہ درست ہے کہ بلوچستان میں گذشتہ چھ سالوں سے جاری، گوکہ چھ سے نو سالوں کے دوران سے جاری خشک سالی کے نتیجے میں زراعت اور حیوانات کے شعبے میں اب تک تین سو ارب سے زائد لاگت رقم کے نقصانات رونما ہو چکے ہیں۔ اور ساتھ ہی متاثرین کی نقل و مکانی کے باعث صوبے میں ہجرت اور بحران کی سی کیفیت پیدا ہو چکی ہے اور کیا یہ بھی درست ہے کہ خشک سالی کے ساتھ نمٹنے کے لئے وفاقی حکومت نے وفاقی حکومت کی جانب سے ابھی تک کوئی خصوصی گرانٹ نیز زراعت حیوانات اور آبپاشی کے پیکیج بھی نہیں دیئے گئے ہیں نیز کیا یہ بھی درست ہے کہ خشک سالی کے موضوع کو کونسل آف کامن انٹریسٹ یعنی مشترکہ مفادات کی کونسل اجلاس طلب کرنے کی غرض سے چھٹی بھی ارسال نہیں کی گئی۔ تاکہ ایک مشترکہ مفاد کی صورت میں وفاقی حکومت کو خشک سالی کی نوعیت اور صوبہ کی ضرورتوں سے آگاہی ممکن ہو۔

(ب)۔ اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو تفصیل دی جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکریہ ثناء اللہ بلوچ صاحب اس کا جواب میرے خیال سے آپ لوگوں کو ٹیلی کر

دیئے گئے ہیں۔ آگیا ہے ٹیلی ہو گیا ہے۔

ثناء اللہ بلوچ:- شکریہ جناب اسپیکر۔ بالکل جوابات میرے جتنا بڑا میرا zero-hour کا تھا

zero-hour پر جو میرا point تھا۔ تقریباً اُس سے زیادہ مختصر سا جواب آیا ہے۔ نمبر ایک۔ جواب تو یہ ہے کہ بلوچستان میں خشک سالی کے اثرات کے مکمل نقصانات کا تخمینہ ابھی تک نہیں لگایا جا سکا۔ یہ خود بہت بڑا ایک سوالیہ نشان ہے اس موجودہ جدید دور میں ڈیجیٹل دنیا میں جتنے بھی بلوچستان کے اندر اتنی نوسالوں سے جاری ایک آفت اور بحران ہے 05 نومبر 2018ء کو اس اسمبلی میں ہم نے ایک قرارداد لایا خشک سالی سے متعلق اور وہ مشترکہ قرارداد بعد میں اس ہاؤس کے ممنون و مشکور ہیں کہ وہ یہاں پر منظور بھی ہوا لیکن آج تک بلوچستان میں ہونے والے خشک سالی کے نقصانات کا تخمینہ نہیں لگایا جا سکا بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔ یہ حکومت کی مشینری پر۔ دوسرا یہ ہے کہ جی کچھ علاقوں سے نقل مکانی ہوئی ہے جس میں نوشکی خاران اور قلعہ عبداللہ وغیرہ کے علاقے شامل ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں بالکل خاران میرا گھر ہے جو سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے میں گاؤں گاؤں گیا ہوں راسکوہ سے لے کر واشک کے ریگستانوں تک اور چاغی کے ریگستانوں سے لے کر ژوب تک چمن تک کچھی تک پٹ فیڈر تک یہ سارے علاقوں میں نقصانات ہوئے ہیں گوادر کے ساحل سے لے کر ژوب تک ہر جگہ پر خشک سالی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ خشک سالی سے نمٹنے کے لئے وفاقی حکومت کی جانب سے اب تک کوئی خصوصی گرانٹ نہیں دی گئی ہے۔ دیکھیں جب آپ مانگتے نہیں ہیں تو آپ کو گرانٹ کیوں ملے گا؟۔ جب آپ کے پاس کچھ constitutional instruments ہیں کچھ آئینی forum ہے کچھ آئینی طریقہ کار ہے جب تک آپ ان آئینی طریقہ کار پر عملدرآمد نہیں کرتے وفاقی حکومت کیوں آپ کو دے گا۔ اُس میں کوئی کیا خوشی کی بات ہے دوسری اس میں point یہ ہے کہ CCI کا اجلاس طلب کرنے کی غرض سے چھٹی ارسال کرنے کی بات کی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صوبائی حکومت نے 05 نومبر کو جو مشترکہ قرارداد یہاں پر پاس ہوئی اُس کے بعد ایک تو صوبائی حکومت نے بہت وقت لیا بلوچستان کو آفت زدہ قرار دلوانے پر۔ وہ بھی بڑی محنت اور تنگ و دو کے بعد۔ اُس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ آپ کو آج ابھی UN کی اقوام متحدہ کی ٹیمیں آئی ہیں اور وہ جو ہیں وہ بلوچستان کو چار سو یا چالیس بلین یا چار سو بلین کے قریب کچھ فنڈز دینا چاہتے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ بھی اُس مشترکہ جو ہماری قرارداد کی اُس کی مرہون منت ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ جی inter-provincial coordination جو ہے وہ اس کا جواب دے سکتی ہے کہ اس پر کیا کیا جائے۔ جناب اسپیکر آپ کی توجہ میں اس لئے آپ کی طرف دلانا چاہ رہا تھا کہ بلوچستان ہمارا صوبہ ہے ہمارا گھر ہے بلوچستان کے مالی مشکلات ہمارے سامنے ہیں۔ حکومت کے مالی مسائل اور مشکلات ہمارے ساتھ ہیں۔ ہم یہ point-scoring کے لئے نہیں کر رہے ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بلوچستان کو اس ہجانی کیفیت اور مالی بحران

سے بلوچستان کو خشک سالی بھوک پیاس افلاس بیروزگاری سے نکالنے کے لئے آپ کو جب حکومت اور اقتدار ملتی ہے پھر آپ کو ایک manual ملتی ہے جس کا نام آئین ہے پھر آپ کو پتہ ہوتا ہے کہ اس کے forums ہوتے ہیں۔ پیسے ختم ہو گئے مالی حالات خراب ہیں بھوک ہے افلاس ہے خشک سالی ہے ایمر جنسی آپ نے declare کیا ہے سب سے بڑا ایک فورم ہے جس کو 1970ء، 1971ء، 1972ء سے پہلے جب پاکستان کا آئین تھا اُس میں بڑی کم گنجائش تھی اور پاکستان اس لئے دوکنت ہوا۔ ہم مشرقی پاکستان کے تکلیف، مشکلات اور مسائل سے ہم آگاہی کے لئے کوئی proper forums نہیں تھے تو 1973ء کے آئین کے بعد یہاں پر جناب والا! ایک آرٹیکل جو ہے insert کیا گیا شامل کیا گیا وہ ہے جناب والا یہ آرٹیکل آپ کا 153۔ اُس کو کہتے ہیں مشترکہ مفادات کی کونسل۔ مشترکہ مفادات کی کونسل جو ہے وہ بہت سے معاملات پر یہ جناب والا اس کی composition ہوتی ہے پرائم منسٹر، چاروں چیف منسٹرز اور تین جو ہیں وزراء جو ہیں وفاقی وزراء اس میں شامل کیئے جاتے ہیں traditionally یہ ہے کہ وزراء کا تعلق جو ہے وہ ایک ایک صوبے سے ہو۔ اُن وزراء کا تعلق الگ الگ صوبہ سے ہوں تاکہ مشترکہ مفادات کی کونسل میں سب کے ووٹ برابر ہوں اور ایک پرائم منسٹر کا ووٹ الگ ہوتا ہے۔ وہ کیا کرتے ہیں جناب والا! کہ اس آئین میں، اس سے قبل جب آئین میں اٹھارویں ترمیم نہیں آئی تھی سب سے بڑے بلوچستان کے ہم سب Political-Representators جو تھے وہ اس کے ہم سب سے بڑے وہ Advocates تھے ہم وکالت کرتے تھے کہ بلوچستان کی جو آئین میں جو قانون سازی کی جو فہرست تھی مشترکہ وہ ختم کی جائے اور صوبوں کو دی جائے۔ وہ فہرست ہمیں مل گئی۔ اس کے بعد ابھی ایک فہرست ہے جس کو کہتے ہیں قانون سازی کی فہرست۔ قانون سازی کی فہرست دو حصوں پر مشتمل ہیں دونوں دوسرے حصے میں سے جب آتے ہیں دوسرے حصے میں نمبر one۔ ایک ہے آپ کے پاس 13۔ بین الصوبائی معاملات اور رابطے۔ تھوڑا سا آرڈر چاہیے ہاؤس میں آپ ہی لوگوں کے فائدے کا ہے آنے والی میٹنگ میں یہ آپ کے کام آئے گا۔ اُس میں چودھواں جو ہے وہ مشترکہ مفادات کی کونسل ہے۔ یہ دو چیزیں جو ہیں وفاق کے ساتھ ہیں۔ کہ جب کسی صوبے میں آفت آئے اور ہر صوبے میں۔ ایک آفت آئی ہے جس کو officially موجودہ حکومت نے ایمر جنسی کی صورت میں declare کر دیا ہے۔ یہ جو ہے صوبائی حکومت نے اس کو declare کر دیا اچھا دوسری بات یہ ہے کہ اُسکے بعد آپ کو کرنا کیا پڑتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بلوچستان کے حالات کو جب اگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے اضلاع میں خدا جانتا ہے لوگ سُن رہے ہیں ہمارے پاس دو سے چار لاکھ روپے کا فنڈ نہیں ہے کہ ٹوٹی پھوٹی

پائپ لائنوں کو درست کر دی جائیں تاکہ خشک سالی سے راسکوه سے آپ کے، آپ کو اللہ خیر دے، آپ کے اولمرگ سے جو میرے علاقے میں ہیں۔ دُور دراز علاقوں میں سے لوگ اگر وہاں پر آئے ہیں شہروں میں، تو کم از کم اور انکو خوراک نہیں ملتی، پینے کا پانی جو ہے وہ شہر کے اندر تقسیم نہیں ہو رہا ہے۔ تو آپ کے پاس ایک بہت بڑا فورم ہے، instrument ہے آپ کے پاس۔ آپ CCI کا اجلاس طلب کرنے کے لیے وزیر اعلیٰ صاحب اور صوبائی کابینہ ایک خط وفاقی حکومت کو لکھیں کہ ہمارے صوبے میں اور اُس خط پر سب سے پہلے ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ آپ کے پاس proof ہو۔ آپ کے پاس ثبوت ہو۔ جب آپ کے پاس خود ثبوت نہیں ہیں کہ آپ کے نقصانات کتنے ہوئے ہیں۔ تو پھر آپ کیسے وفاق میں اپنا کیس لڑیں گے۔ جب آپ کو پتہ نہیں ہے کہ کتنی املاک کا نقصان ہوا ہے۔ کتنے مال و مویشی جو ہیں وہ مر گئے ہیں۔ کتنے لوگ ہجرت کر گئے ہیں۔ کتنے علاقوں میں یہ قحط سالی کا اثر پھیلا ہوا ہے۔ عفریت جو ہے وہ چھایا ہوا ہے۔ تو اس وقت تک آپ وفاقی حکومت کو convince کیسے کریں گے۔ جب آپ negotiation table پر بیٹھتے ہیں CCI میں بیٹھیں گے، یہ اس حکومت کی مشینری کی ذمہ داری ہے کہ اس کے پاس یہ ساری معلومات ہونی چاہیے۔ without data آپ ایک opinion کیسے بنا سکتے ہیں۔ لیکن آپ ایک factually اپنا کیس لڑ نہیں سکتے ہیں۔ تقریریں کر سکتے ہیں۔ لیکن اپنا کیس نہیں لڑ سکتے۔ اور کیس جیت نہیں سکتے۔ تو بلوچستان کا کیس جیتنے کے لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ لڑنے کے لیے بلوچستان کو 30 سے 40 ارب روپے وہ آسانی سے وفاقی حکومت سے بلوچستان کی خشک سالی اور drought کی مد میں مل سکتے ہیں۔ اور مل بھی سکتے ہیں ابھی بھی۔ تو میری حکومت سے یہ گزارش ہے کہ جب آپ مالی بحران کا شکار ہیں، آپ کے پاس فنڈز کی کمی ہیں۔ آپ کا صوبہ خشک سالی سے متاثر ہے۔ تو آپ براہ مہربانی Council of Common Interest کا مشترکہ مفادات کی کونسل کا اجلاس طلب کرنے کے لیے ایک خط لکھیں۔ اس سے پہلے مشترکہ مفادات کی کونسل کا اجلاس سال میں ایک یا دو دفعہ ہوتا تھا۔ لیکن اٹھارویں ترمیم کے بعد ابھی یہ mandatory ہے۔ یعنی یہ ضروری ہے کہ بلوچستان۔ یعنی مشترکہ مفادات کی کونسل کا اجلاس سال میں 4 بار ہونی چاہیے۔ ہر 90 دن پران کا ایک اجلاس ہونا چاہیے۔ last اسکا اجلاس 24 ستمبر 2018ء میں ہوا تھا۔ اُس میں بھی بلوچستان کے دو اہم issues تھے۔ جس پر کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ ایک سب سے بڑا issue پٹ فیڈر کے ہمارے پانی کا ہے۔ کم از کم ہمارے لوگ باقی جگہوں میں تو خشک سالی ہے۔ قدرت کی طرف سے ایک ہمارے اوپر عذاب ہے۔ چلو بارشیں نہیں ہو رہی ہیں۔ لیکن پٹ فیڈر کا جو ہے وہ man-made disaster ہے۔ پٹ فیڈر کے لوگوں

کو انکا جائز پانی کا حصہ اس لیے نہیں مل رہا ہے یا تو ہمارے پاس proper-canal proper-canal نہیں ہیں یا canals کی linings نہیں ہیں یا ہم سندھ حکومت کے ساتھ اپنا کیس نہیں لڑ سکتے ہیں۔ نصیر آباد، پٹ فیڈر، کچھی اور جعفر آباد یہ سارے علاقوں کے ہم زمینداروں کا کیس اور ان کے لیے ہم پانی نہیں لے سکتے ہیں۔ وہ تو ہماری بے ادبی معاف، ہماری نالائقی کی وجہ سے آج پٹ فیڈر کے جو ہیں پانچ۔ نصیر آباد جو بلوچستان کا کوئٹہ کے بعد سب سے بڑا ڈویژن ہے 16 لاکھ کے قریب افراد پر مشتمل ہیں۔ چار اضلاع پر مشتمل، وہ بلوچستان کا food-basket ہیں۔ وہ بلوچستان کا خوراک کا جو ہیں کٹورا ہیں۔ آج وہ جو ہیں خشک سالی کی نذر ہو گیا ہے۔ نصیر آباد کے لوگ آج کوئٹہ کے جو ہیں ارد گرد آ کر یہاں پر جھونپڑیوں میں رہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ یہ صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ کنسل میں۔ میں اب کہتا ہوں کہ ہم آپ کا ساتھ دیں گے، آپ کو قانونی آپ کو آئینی حوالے سے یہ اپوزیشن آپ لوگوں کی ساتھ دیں گی۔ آپ Council of Common Interest کا اجلاس طلب کرنے کے لیے حکومت بلوچستان خط لکھیں۔ اس میں سب سے پہلے اپنی خشک سالی کے حوالے سے بلوچستان کے لیے تمام اضلاع کے لیے ایک، ایک ارب اور دو، دو ارب روپے کا پیکیج تاکہ وہاں پر آبخوشی کے مسائل، خشک سالی کے مسائل کے لیے حل تلاش کیئے جائیں۔ یہ آپ immediately اس خط میں یہ request کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ Council of Common Interest میں آپ جو خط لکھیں گے وہ ہے بلوچستان میں پانی کا مسئلہ۔ نصیر آباد میں پانی کا مسئلہ، پٹ فیڈر کے پانی کا مسئلہ۔ اس کے متعلق لکھیں گے۔ تیسری بات یہ ہے کہ Council of Common Interest کو جو آپ خط لکھیں گے وہ یہ ہیں جو ابھی تھوڑی دیر پہلے ہم نے Saudi oil refinery کے حوالے سے raise کیا۔ یہ بھی جناب والا! قانون سازی کی جو فہرست ہے اسکے تحت حصہ دوئم میں یہ بھی Council of Common Interest میں آپ discuss کر سکتے ہیں۔ تو ہم سمجھتے ہیں کہ میری گزارش ہے حکومت کے اراکین سے، دوستوں سے کہ بلوچستان کے حالات کو دیکھتے ہوئے خدا را! جو بھی forums، جو بھی instruments، جو بھی legal instruments آپ کے پاس available ہیں، انکا بہت affective اور مؤثر استعمال کریں۔ ورنہ یہ آٹھ، نو مہینے سے جس طرح کی جو حالات دیکھ رہے ہیں یہ صوبہ نذیر تباہی، بربادی اور بد حالی کی طرف جائے گا۔ اور جب بد حالی کی طرف جائے گا تو بد امنی اس کے ساتھ آئے گی۔ دہشتگردی اسکے ساتھ آئے گی۔ اس کے ساتھ ہیجانی کیفیت ہوگی۔ اور بحرائی کیفیت پیدا ہوگا۔ اور پھر حکومت کو مناسب کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکریشان، بلوچ صاحب۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ اعلیٰ تعلیم اور اطلاعات):- ہمارے معزز دوست نے جو کہا۔ میں اس پر جواب دینا چاہتا ہوں گورنمنٹ کا جو مؤقف ہے اس کو بتانا چاہ رہا ہوں آپ کو۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- اس پر صرف محرک بات کریں گے اس پر کسی اور کو بات کرنے کی ویسے اجازت نہیں ہے، میں بتا دیتا ہوں۔

وزیر محکمہ اعلیٰ تعلیم اور اطلاعات:- نہیں، اس پر گورنمنٹ کا جواب تو آ جائیگا جس طرح انہوں نے گورنمنٹ کے حوالے سے کافی باتیں کی ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- نہیں، چونکہ وزیر صاحب آج رخصت پر ہیں تو اگلے سیشن کے لیے کر دیتے ہیں۔

وزیر محکمہ اعلیٰ تعلیم اور اطلاعات:- جناب اسپیکر! میں بحیثیت وزیر اطلاعات تو جواب تو دے

سکتا ہوں ان کو۔ جناب اسپیکر! دیکھیں بلوچستان میں جو ہیں تیسرا spell چل رہا ہے قحط سالی کا۔ تو ابھی تو بارشیں بھی ہوئی ہیں الحمد للہ کچھ ایسے ایریا میں جو ہیں ڈیموں میں پانی بھر گیا ہے۔ لیکن پھر بھی کچھ ایریا

ایسے ہیں جہاں پر قحط سالی کی کوئی صورتحال ہے۔ جناب اسپیکر! یہ بلوچستان میں تیسرا سال spell چل رہا ہے آپ کو پتہ ہے کہ بلوچستان میں جو مون سون کا range ہیں، وہ 12 اضلاع پر مشتمل ہیں۔ اور باقی جو ہیں

مون سون کے range میں نہیں آتے ہیں۔ تو یہ جو خطہ ہے، یہاں پر اکثر و بیشتر مون سون کے حوالے سے بارشیں ہوتی ہیں۔ جناب اسپیکر! ہماری حکومت نے اس پر تین plannings کی ہوئی ہیں۔

short-term plan, mid-term plan and long-term plan. short term

plan یہ تھا کہ جی ہم نے جتنے بھی ڈپٹی کمشنرز تھے، ان کو خط ارسال کر دیا گیا ہے کہ جی آپ بتائیں کہ آپ کے

کون کون سے علاقے ہیں جہاں پر قحط سالی کی صورتحال ہے؟۔ اور اس طرح کے کوئی نقصانات ہوئے ہیں، مالی

اور جانی اور گورنمنٹ کس طرح آپ کو فنڈز دیں؟۔ جن جن اضلاع نے وہ رپورٹ کی ہے حکومت نے فوری

طور پر پی ڈی ایم اے کے توسط سے امدادی سامان پہنچا دیئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کا جو

نیوٹریشن پروگرام تھا وہ کوئی سات اضلاع پر مشتمل تھا ہم نے جتنے بھی سارے بلوچستان کے جتنے بھی اضلاع ہیں

ان کو notify کر کے nutrition programme کو وہ بچوں کے صحت کے حوالے سے ہے اس کو

extend کر دیا جناب اس کا جو long-term plan ہے اس کا یہ ہے کہ بلوچستان کا جو پانی ہے اس کو

tap کیا جائے۔ اُس پر ڈیم بنایا جائے۔ تو اس حوالے سے پانچ اضلاع میں کوئی سو ملین ڈالر کے قریب دریائے مولیٰ اور دریائے ژوب پر جو ہے ڈیمز حکومت بنا رہی ہے اور وہ سافٹ لون ہوگا Asian Development Bank سے۔ دوسرا اس دفعہ JCC meeting ہوئی بیجنگ میں تو Chinese commitment کی ہے کہ وہ ایک ارب ڈالر socio-economic development کی مد میں دیں گے اس میں حکومت بلوچستان نے جو اپنا مؤقف پیش کیا ہے اُس میں یہ ہے کہ جی 50% یعنی پچاس کروڑ ڈالر جو ہیں کیونکہ بلوچستان سی پیک کے حوالے سے کافی محروم رہا ہے اور پروجیکٹس بھی یہاں پر نہیں لگے ہیں تو وہ جو ہم نے جو major-chunk ہے ان کا وہ مانگی ڈیم، بَرَج عزیز ڈیم اور کوئٹہ کے آس پاس جو ڈیمز تھے اُن کو بنانے کے لئے ہم نے مختص کیا ہے اور وفاقی حکومت سے request کیا ہے اس کو لکھ دیا ہے کہ 50% رقم مختص کر دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جو میرے معزز رکن نے بات کی کہ جی یہ ڈپٹی کمشنرز کے پاس اس کے فنڈز نہیں ہیں کہ اس طرح کی ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لئے ہنگامی اقدامات کرنے کے لئے اُن کے پاس فنڈز نہیں ہیں۔ ہماری حکومت نے آتے ہی جو چیف منسٹر اسپیشل initiative funds تھا جو کہ پندرہ کروڑ روپے کے قریب ہر ڈپٹی کمشنر کے disposal پر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ جو جس میں ہیاتھ ایجوکیشن اور اس طرح کے ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لئے فوری صورت میں اقدامات کیئے جاسکتے ہیں۔ جناب اسپیکر اس کے ساتھ جو سوال انہوں نے کیئے ہیں تو اس پر ہماری حکومت نے کافی اقدامات کیئے ہیں اور مزید ہم کر رہے ہیں۔ اسمیں ہم بالکل خواب خرگوش پر نہیں سوئے ہیں ابھی ہماری وفاقی حکومت سے بات ہوئی ہے کہ بلوچستان میں جتنے بھی چھوٹے بڑے ڈیمز ہیں اُن کو بنانے کے لئے اسمیں ابھی coming-PSDP جو آ رہی ہے 2019-20ء کی اس میں ہمارے جتنے بھی ڈیمز ہیں جو صوبائی حکومت وہاں پر بھیجے کی اُس کی فوری صورت میں ڈال دیں اور اُس کو کریں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے معزز رکن نے کہا کہ پانی کے حوالے سے پٹ فیڈر کا جو حصہ ہے وہ کوئی 3.87 million acre feet ہے جو کہ ہمیں ابھی مل رہا ہے وہاں سے جو کوئی 2.85 million acre feet ہے تو ہم نے یہ معاملہ first time in the history - یہ CCI میں لے گئے ہیں ہم نے چیف منسٹر بلوچستان نے جو ہے بلوچستان کے پانی کا جو سندھ کی طرف سے بندش ہے جو جائز حقوق اور جائز پانی نہیں مل رہا ہے اس پر اچھا خاصا وہاں پر بات کی ہے اس میں یہ ہے کہ چیف منسٹر سندھ اور چیف منسٹر بلوچستان دونوں مل کے بیٹھ جائیں اور جو بلوچستان کا حق ہوگا وہ سندھ کو ہدایت کی گئی ہے پرائم منسٹر صاحب کی طرف سے کہ وہ پانی کو نہیں روکیں۔ اس

کے علاوہ پٹ فیڈر کی extension ہے جب پرائم منسٹر صاحب یہاں پر تشریف لائے تھے تو ہم نے پہلی بات یہ کی تھی کہ پٹ فیڈر کو مزید extend کریں۔ اور پرائم منسٹر صاحب نے in-principly-agree بھی کیا ہے کہ بلوچستان کا جو ہے most-important project ہے اس کو انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ جو پی ایس ڈی پی آئے گی اُس کی extension میں فنڈز مہیا کریں گے۔ تو جناب اسپیکر یہ گورنمنٹ کی طرف سے جو اقدامات تھے اور میں یہ امید کرتا ہوں کہ ہمارے معزز رکن صاحب ان جوابات سے مطمئن ہوں گے۔ دیکھیں بلوچستان میں جو بھی important natures کے معاملے ہوں گے definitely جب آپ ہم سمجھتے ہیں کہ C.C.I. کے فورم میں حل کرنے والی بات ہے ہم اُسکو لے جائیں گے۔ لیکن جب پرائم منسٹر صاحب سے ہماری ملاقات ہوئی تھی اُس پر ہم نے یہ باتیں رکھ دیئے تھے۔ اور پرائم منسٹر صاحب نے پلاننگ کمیشن کی ایک ٹیم کوٹہ میں بھیجی ہے اور اُن سے ہم نے کافی deliberations اُن کے ساتھ کی ہیں۔ کیونکہ اس بات پر باقی حکومت اور باقی صوبوں میں اختلاف رائے نہیں ہے تو اس حوالے سے بھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ سی سی آئی میں لے جانا اُس وقت بنتا ہے کہ جب کسی کی اختلافی رائے ہو پھر جا کے وہ سی سی آئی میں فیصلے ہوں۔ اس میں پرائم منسٹر صاحب on-board ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ بلوچستان کے تعمیر و ترقی کی بلوچستان کی قحط سالی پر جتنے بھی فنڈز درکار ہوں گے تو صوبائی حکومت کو دے دیں گے۔ تو اس حوالے سے میرا خیال ہے کہ خط لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ میری اس جواب سے مطمئن بھی ہوئے ہوں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی ثناء بلوچ صاحب۔

ثناء اللہ بلوچ:- شکر یہ جناب اسپیکر صاحب۔ بالکل کیونکہ میں ظہور جان کی باتوں سے مطمئن ہوں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حکومت کچھ اقدامات اٹھا رہی ہے لیکن یہ کچھ والے اقدامات یہ کافی نہیں ہے۔ نمبر ایک یہ دیکھیں کہ اس پر جو جواب آیا ہے کہ کوئی ہیجان اور بحران کی کیفیت بھی نہیں ہے یہ contradict کرتا ہے دیکھیں یہ گورنمنٹ کا اسٹیٹمنٹ ہے یہ contradict کرتا ہے گورنمنٹ کے ایکشن سے اور گورنمنٹ نے ایک ایکشن لیا ہے گذشتہ ہفتے بلوچستان کو drought زدہ، calamity-hit-area قرار دیا ہے۔ emergency declare کیا ہے صوبہ میں۔ تو یہ اس سے contradict کرتا ہے کیونکہ یہ آپ کورٹ میں بھی لے جائیں گے کہ ہمارے ہاں ایمر جنسی ہے ہم بلدیاتی ایکشن نہیں کروا رہے ہیں۔ ادھر اسٹیٹمنٹ آتا ہے کہ ہیجانی اور بحران کی کیفیت نہیں ہے۔ بحران نہیں ہے تو پھر ایمر جنسی آپ نے کیسے whole

بلوچستان میں announce کر دیئے ہیں۔ اگر بلوچستان میں ایمر جنسی نافذ کی ہے تو یہ صرف آپ چار ضلعوں کے لئے نافذ نہیں کیا ہے نوشکی چاغی خاران اور قلعہ عبداللہ۔ اُس میں خضدار، گوادر، پشین، ژوب، نصیر آباد، واشک even کوئٹہ تمام بلوچستان کے۔ میں سب کے نام نہیں لے سکتا۔ اور اُس وقت جب میں قرارداد لایا تھا نمبر ایک یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ گورنمنٹ کی اس میں ہو سکتا ہے چھوٹی سی جلد بازی میں یہ اسٹیٹمنٹ ترتیب دے کر کے بھیجی گئی ہو۔ دوسرا یہ ہے کہ سی سی آئی میں آپ تنازعہ چیزیں نہیں لے کے جاتے ہیں سی سی آئی میں وہ امور جن سے متعلق صوبوں میں کوئی already کوئی نئی ڈیولپمنٹ ہو کچھ نئی decisions یعنی ہو آپ کو بہت سے معاملات پر چاروں صوبوں کی حمایت کی ضرورت ہو۔ مثلاً آپ کو این ایف سی ایوارڈ میں آنے والی این ایف سی ایوارڈ ہمارے دو تین سالوں سے due ہے وہ نہیں آیا ہے۔ تو آپ کیا کر سکتے ہیں کہ جی ہمیں این ایف سی ایوارڈ ملا نہیں تو لہذا ایک special drought fund بنائیں۔ جس طرح فاٹا کے لئے انہوں نے ابھی ایک speical fund ابھی یہ لوگ بنا رہے ہیں جس کی مد میں سالانہ وہ اس کو آٹھ سے دس ارب روپے دے رہے ہیں۔ سیکورٹی کی مد میں دے رہے ہیں۔ فاٹا کی merge ہوئی ہیں وہ ڈیولپمنٹ کی مد میں دے رہے ہیں۔ کہ بلوچستان کے کیس کو اگر آپ لے جاتے ہمارا KPI سے بہت زیادہ strong-case ہے۔ KP کا جو ہے وہ ہمارا صوبہ ہے خیبر پختونخواہ کے دو بھائی وہ ہمارے بھائی ہیں وہ بھی غریب ہیں لیکن خیبر پختونخواہ کی جو ترقی کی جو شرح نمو ہے یعنی اسکا growth, development growth-rate ہے وہ بلوچستان سے بہت آتے ہے اُس کی شرح تعلیم بلوچستان سے بہت آگے ہے۔ اُس کے فاٹا کے علاقوں کو موجودہ KP میں جب، جب KP میں شامل کیا گیا ہے تو وہ ایک لاکھ اسکوائر کلومیٹر ایریا بھی نہیں بنتا جب کہ آپ پاکستان کی باسٹھ فیصد رقبہ ہے صرف آپ کی زمین تین لاکھ سینتالیس ہزار اسکوائر کلومیٹر ہے آپ تو تین خیبر پختونخواہ even فاٹا کے merge ہونے کے بعد جتنا بڑا آپ کو۔ آپ کے پاس strong-justified-case ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ سی سی آئی جائیں یہ اگر کچھ مالی فائدہ کشن ملے گا تو وہ آپ کی گورنمنٹ کو ملے گا ہم اپوزیشن والوں کو نہیں ملے گا۔ لیکن کم از کم اتنی تو relief مل جائے گی کہ بلوچستان کی تمام شہری آبادیاں ان کو فائدہ ہوگا بلوچستان میں بالخصوص آپ دس سے پندرہ کروڑ روپے آپ پانی کی مد میں دے سکتے ہیں خشک سالی کی مد میں دے سکتے ہیں۔ تو میری یہ گزارش ہے ظہور صاحب کہ بالکل آپ سی سی آئی کو لکھیں یہ سی سی آئی کوئی تنازعہ معاملہ نہیں ہے یہ ایمر جنسی کا معاملہ ہے اور ایمر جنسی کے معاملات میں inter-provincial coordination جو آپ کی منسٹری ہے میرے

خیال میں جام صاحب اس کے انچارج ہیں inter-provincial coordination جو ہے وہ بین الصوبائی جو وفاقی وزیر ہیں فہمیدہ مرزا صاحبہ اُن کو خط لکھیں وہ ہماری colleague رہ چکی ہیں۔ ہمارے اُنکے ساتھ اچھے سلام دعائیں۔ میں اُن کو request کروں گا۔ بلوچستان کو میں یہ سمجھتا ہوں کہ کہیں سے بھی ہمارے بھوکے پیاسے خشک سالی سے متاثرہ لوگوں کو کچھ نہ کچھ ملیں یہ ہمارے اولاد ہیں ہمارے بچے ہیں اس صوبے کے شہریوں کے لئے کچھ لانا راستہ بنانا یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ آپ سی سی آئی جائیں۔ سی سی آئی کے علاوہ اور forums وہاں جائیں انٹرنیشنل ڈونرز کونسلز کو بلائیں۔ بلوچستان کی خشک سالی کے مسئلے پر آپ کو بہت زیادہ supports مل سکتا ہے شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی زیرے صاحب۔

نصر اللہ خان زیرے:- جناب اسپیکر صاحب! میں ایک پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔ کل رات کوئٹہ کے شمال کوٹ پولیس اسٹیشن کے علاقے میں ایک واقعہ ہوا ہے جس میں ایک بندے کو چلاک سے اُس کا تعلق ہے شربت خان اُس کو پولیس نے اُس پر فائر کی پولیس نے جس سے کہ اُس کی شہادت ہوئی اور اس کا بھائی اپنی جان کو بچاتے ہوئے مسجد چلا گیا اسکو مسجد سے نکال کر اسکو تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور کل رات کو جب اس کی لاش آئی اور اسکے وارثین کو پتہ چلا اور لاش ابھی تک ہسپتال میں ہیں اور لوگ احتجاج کر رہے ہیں اور جناب اسپیکر صاحب جو FIR-chalk ہوا ہے ہماری معلومات کے مطابق وہ جو بندہ شہید ہوا ہے اُسکے اور اُسکے بھائی کے خلاف ہوا ہے۔ اب بھی وہاں پر وہ ہسپتال میں وہ احتجاج پر ہے وہ احتجاج پر بیٹھے ہوئے ہیں جناب اسپیکر صاحب آپ کو پتہ ہے کہ پولیس کی جو پنجاب میں جو واقعہ ہوا رات کو یہ واقعہ ہوا وہاں بالخصوص آپ سر یاب جو سرکل ہے وہاں کے پولیس اسٹیشنز ہیں وہاں پر عموماً یہ ہے کہ وہاں پر پولیس کو free-hands دی گئی ہیں۔ اور یہ جو بندہ جس کو شہید کیا گیا ہے یہ پولیس جانتا ہے اس بندے کو۔ یہ ہر روز وہاں سے گزرتا ہے وہاں پر۔ اور دو دن پہلے پولیس نے اُن سے کوئی پندرہ ہزار monthly بھی لیا تھا۔ ایک موبائل بھی زبردستی اُن سے چھینا تھا اور جب وہ رات کو وہاں سے جا رہا تھا تو پولیس نے دوبارہ اُس کو کہا کہ آپ نے دوبارہ پیسے دینے ہیں۔ اور جب یہ رات کو وہاں سے جا رہا تھا تو پولیس نے دوبارہ اُس کو کہا کہ آپ نے ہمیں پیسے دینے ہیں لیکن وہ چلا گیا پیچھے سے جا کر کے پولیس نے بالکل سامنے اُس پر فائر کی۔ اب جناب اسپیکر صاحب جب ہم بولتے ہیں اُس دن وزیر داخلہ صاحب نے بڑا ناراض ہو رہا تھا کیا ہم اپنی عوام کا تحفظ نہیں کریں؟ کیا اس قسم کے واردات ہم پولیس کو بالکل مادر پدر آزاد کر دیں۔ چاہے جو بھی ہو چاہے وہ کسی کو قتل کریں کیا پولیس کو قتل کرنے کی کیا اجازت

ہے؟ کیا وہ یہ نہیں کر سکتے تھے اگر انہوں نے فائر بھی کرنی تھی تو اُس کے گاڑی کے ٹائر جو ہیں ناں وہ اُسکو نشانہ بنا سکتے تھے۔ اب ایک نوجوان لڑکے کو اُسکے بھائی کے سامنے اُس پر فائر کی گئی اور ابھی تک وہاں پر ابھی ہسپتال میں وہ ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہاں ہمارے حکومت کے وزراء بیٹھے ہیں کم از کم یہ جو ایف آئی آر ہے جو ایف آئی آر کاٹی گئی ہے وہ یہاں وہ اپنے بھائی کا ایف آئی آر بھائی کے خلاف کاٹا گیا ہے کیوں اس طرح کا جا رہا ہے؟۔ kindly میں request کروں گا کہ یہاں ہمارے اپوزیشن کے دوست ہیں حکومتی وزراء ہیں آپ بھی عوام سے منتخب ہیں کم از کم آپ اپنی عوام کا تحفظ کریں۔ آپ کیوں پولیس کو اتنا free-hand دے رہے ہو ایک ایس ایچ او صاحب وہاں پر تعینات ہے دیکھیں اُن کا پیسوں کا لین دین ہے۔ جیسے میں نے آپ کو کہا کہ دو دن پہلے اُنہوں نے پندرہ ہزار روپے رشوت اُن سے لی ہے تو کیا اس کی تحقیقات نہیں ہونی چاہیے۔ یہاں ہماری گیلری میں بیٹھے ہوئے ڈی آئی جی صاحب وہ بھی نوٹ کر رہے ہیں اور منسٹر صاحب بھی۔ تو kindly I request میرے مزید اپوزیشن کے دوست اس پر بولیں گے یہ بڑا serious-issue ہے۔ لوگ احتجاج پر ہیں وہ لاش دفنانے نہیں جا رہے ہیں۔ شاید وہ اسمبلی آرہے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- آپ تشریف رکھیں۔ جی اختر حسین لاگلو صاحب۔

میر اختر حسین لاگلو:- میں اس واقعہ کی شدید الفاظ میں مذمت کرتا ہوں۔ کہ آئے دن ہمارے لوگوں کو نشانہ مختلف قسم کے طریقے سے نشانہ بنایا جاتا ہے کوئی غریب اپنے نان شبینہ کے لئے کوئی روزگار کرتا ہے تو اُسے بھی ہمارے چیک پوسٹ کے حضرات۔ جب وہاں لینڈ لارڈ وہاں لوگوں کو تنگ کرتے ہیں دن دیہاڑے۔ اس سے پہلے بھی غوث آباد کے ایریے میں ایک بندے نے چار بندوں کو گھر میں گھس کر فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ قلندر نامی شخص نے اُس حوالے سے بھی اُن کی ایف آئی آر بھی درج ہے۔ مگر وہ بندہ ابھی تک نہیں پکڑا گیا ہے۔ تو آج کی جورات کو واقعہ ہوا تھا وہ بھی اُسی چیز کا ایک تسلسل ہے کہ ہمارے لوگوں کو جو اپنے روزگار کے لئے اپنے گھر سے نکلتے ہیں جو اپنی روزگار کرتے ہیں اُن کو بھی نہیں چھوڑا جاتا ہے۔ تو میں اس واقعہ کی شدید الفاظ میں مذمت کرتا ہوں۔ شکریہ۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:- جناب اسپیکر! میں دو باتیں کروں گا میں زیادہ باتیں کرتا نہیں ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:- جناب اسپیکر! اس واقعہ کی ہم پر زور مذمت کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ایران سے ڈیزل لایا جاتا تھا۔ جناب اسپیکر ایران سے نوشکی یا سوراب وہاں سے ڈیزل لایا جاتا ہے کبھی

جریکینوں میں کبھی انہوں نے تھیلیاں بنائے ہوئے ہیں گاڑیوں میں کوئی موٹر سائیکل پر لاتے ہیں کوئی پک اپ پر لاتے ہیں۔ اور اس ڈیزل کی آنے کی وجہ سے تمام ایجنسیاں اُن سے تھوڑی سے پیسے لیتی ہے پھر اُن کو یہ ڈیزل چھوڑ کر کے کراچی، کوئٹہ اور بلوچستان کے مختلف شہروں میں لاتے ہیں تو اس حوالے سے یہ سلسلہ کافی عرصہ دراز سے شروع ہیں اور کبھی کبھی آپس میں لین دین پر اُن سے اُن بن ہو جاتی ہے۔ یہ بھی اُن events میں سے ایک event ہے۔ شاید انہوں نے پولیس والوں کو وہ پیسے نہیں دیئے تھے جو اُن کو دینے تھے اور وہ ہاتھ سے نکل گئے جس کی وجہ سے یہ ناخوشگوار واقعہ ہوا ہے جو کہ بہت بد قسمت ہے۔ ہم اسکی مذمت کرتے ہیں آپ کی نوٹس میں اور جناب وزیر صاحب کی نوٹس میں یہ بات لانا چاہتے ہیں۔ ڈیزل کے آنے سے لوگوں کی روزی بھی لگی ہوتی ہیں تو اس میں اس قسم کی سنجیدہ اور خطرناک قسم کے ایکشن نہیں ہونے چاہئے کیونکہ یہ سب کے لئے علم میں ہے۔ ہمارا ایجنسیوں کے علم میں ہے چاہے کسی قسم کی بھی حوالے سے کوئی ایجنسی ہے۔ اور امیں یہ لین دین ہوتی رہتی ہے۔ اس سلسلے میں کئی جان چلی گئی ہیں اور ہم اس واقعہ کی مذمت کرتے ہیں اور آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ ظلم در ظلم یہ ہوتا ہے کہ وہ جو مارا گیا ہے اپنی کیس کو خراب کرنے کے لئے اُسکے بھائی پرائف آئی آر درج کر لیا گیا ہے۔ یہ کافی خطرناک بات ہے اس طرح نہیں ہونی چاہئے اس میں آپ کی intervention چاہئے بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی بلیدی صاحب۔

وزیر محکمہ اعلیٰ تعلیم و اطلاعات:- جناب اسپیکر! یہ جو ہمارے معزز دوست نے پوائنٹ آف آرڈر پر جو اس واقعہ کی طرف سب کی توجہ مبذول کرائی ہے یہ بڑا بد قسمت واقعہ ہوا ہے اور اس پر وزیر اعلیٰ صاحب نے انکو آئری کا حکم دے دیا ہے اور آئی جی صاحب سے پوچھا ہے جو ابتدائی معلومات جو پولیس نے لیئے ہیں وہ اس طرح ہے کہ اختر آباد کے چیک پوسٹ پر وہاں پر ان کو ایک گاڑی نظر آئی ہے۔ اور چیک پوسٹ پر انہوں نے روکنے کی کوشش کی ہے وہ نہیں رکی ہے تو انہوں نے پھر اس کو chase کیا ہے اور جا کے میاں غنڈی کے چیک پوسٹ پر جب انکو روکنا چاہا ہے تو انہوں نے گاڑی کو پولیس کی چیک پوسٹ پر چڑھا دیا ہے اور اس پر فائرنگ ہوئی ہے اور اس پر ایک انسانی جان کا نقصان ہوا ہے۔ تو اس طرح حکومت نے ایک انکو آئری آفیسر مقرر کیا ہے اور جیسے ہی وہ انکو آئری رپورٹ گورنمنٹ کو موصول ہوگی تو اسے گورنمنٹ دیکھے گی اور اُس پر انشاء اللہ انصاف کے ساتھ فیصلہ ہوگا۔ اور گورنمنٹ کی طرف سے جو نقصان ہوا ہے اُس پر میں افسوس کا اظہار کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکریہ۔ جی اختر لانگو صاحب۔

میر اختر حسین لانگو:- جناب اسپیکر! محترم وزیر صاحب نے ہمیں جو یقین دہانی کرائی ہے صرف انہوں نے افسوس کا اظہار کیا ہے میرے خیال سے افسوس سے ہمیں ایک قدم آگے جانی چاہیے۔ جناب اسپیکر! جیسے کہ آپ کو پتہ ہے کہ یہاں پر چھوٹی گاڑیوں میں بیروزگار لوگ موٹر سائیکلوں میں ڈیزل لاتے ہیں وہ ایران کے بارڈرز سے نکلتے ہیں وہاں سے جہاں جہاں آپ کے چیک پوسٹ ہیں ان کا وہ باقاعدہ ان کا ایک monthly-fix ہوتا ہے ان کے ساتھ۔ جیسے کہ زیرے نے کہا کہ یہ ایک کاروباری معاملہ ہے تین دن پہلے اس چیک پوسٹ کو ان کے جو شیئر بنتا ہے جو حق بنتا ہے جو دادا گیری کا ٹیکس بنتا ہے وہ تین دن پہلے ان کو وہ پیمنٹ ہو چکی ہے تین دن بعد جب دوبارہ پیسوں کا مطالبہ کرتے ہیں تین دن کے بعد جب دوبارہ اس چیک پوسٹ سے وہ بندہ گزرتا ہے تو اس پر فائرنگ ڈائریکٹ کیا جاتا ہے اس طرح کی بہت ساری مثالیں میں دے سکتا ہوں کچھ دن پہلے میں نے اپنے چاچا زاد بھائی کی مثال اس اسمبلی میں میں نے دی تھی کہ ایک protest کے دوران اس پر فائر کیا گیا۔ اس میں میرا چچا زاد بھائی کو شہید کیا گیا۔ اس کی FIR میرے ہی چھوٹے بھائی اور دوسرے کزن کے اوپر کاٹی گئی۔ CCPO صاحب ان دنوں میں شبیر شیخ صاحب یہاں پر تھے۔ انکی wireless پر چلنے والی وہ تمام messages، وہ record کا حصہ ہیں۔ وہ ہمارے لوگوں کے پاس ریکارڈ ہیں۔ جو انہوں نے ریکارڈ کی تھی۔ ان messages کو، ”کہ جو بھی سامنے آتے ہیں، انکو گولی مار دیں اس کو“۔ even میں اور حبیب جالب مرحوم اس دن اس protest میں سریاب روڈ کے اوپر موجود تھے۔ احمد نواز بلوچ ہمارے ساتھ تھے۔ ہمارے پارٹی کے دوسرے ساتھی ساتھ تھے۔ تو انکی یہ message بھی ریکارڈ پر ہے۔ انہوں نے اس دن set پر باقاعدہ call کر کے شبیر شیخ نے یہ message بھی چلائی تھی ”کہ جو بھی ہے گولی مار دو“۔ لوگ اُسکے ساتھ، اُس کے آفس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے سابق ایک صوبائی وزیر تھے، اسماعیل گجر صاحب۔ یہ ان کے ساتھ اُسکے آفس میں اُسکے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ آج بھی اس کی گواہی دینے کیلئے کسی بھی فورم پر آنے کیلئے تیار ہیں۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ ایک mindset ہے۔ وزیر صاحب! افسوس ہمیں بھی ہے اس واقعہ کا۔ ہم مذمت بھی کر رہے ہیں۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک یہ mindset ہے۔ اس mindset کو change کرنے کیلئے CCPO صاحب بھی گیلری میں تشریف فرما ہیں۔ ایک جامع ایک انکوائری کمیٹی بنائی جائے۔ اس طرح کے واقعات کے اوپر صرف آپ ایک واقعہ کو focus نہیں کریں۔ اس طرح کے روزانہ کے بنیادوں پر ہمارے اس معاشرے میں واقعات

ہورہے ہیں۔ اب میں نے اپنے کزن کا کہا۔ اور جو میرے بھائی کے اوپر F.I.R. کاٹی گئی تھی honorable court نے اُسکو وہاں سے بری کر دیا۔ وہ اُس میں بری ہو گیا۔ جو عدالت نے فیصلہ کیا تھا کہ متعلقہ آفیسر اور ذمہ دار اہلکاروں کے خلاف FIR کاٹی جائے۔ وہ فیصلہ آج تک موجود ہے۔ اُس کے باوجود آج کے دن تک نہ اُس SHO پر FIR کاٹا گیا اور نہ ہی اُس واقعہ میں ملوث SP صاحب تھے۔ نہ اُن پر FIR کاٹا گیا، نہ دوسروں پر۔ اسی طرح آج کا یہ جو واقعہ ہوا اسکی بھی ایک جامع انکوائری کی جائے۔ اور اس میں جو بھی ذمہ دار ہیں، اُس کا بھائی تو اُس کیساتھ گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔ فائر تو ظاہر ہے پیچھے سے کی گئی۔ تو اس کا بھائی کیسے اس واقعہ کا ذمہ دار ہوا؟۔ اُس پر کس قانون کے تحت FIR کاٹی گئی۔ اس کا بھی انکوائری کی جائے۔ اور اُس چیک پوسٹ پر جو اہلکار موجود تھے انکو فی الفور معطل کر کے اُنکے خلاف انکوائری کی جائے۔ اور اُن کے خلاف FIR کاٹی جائے۔ یہ ہمارا اس ہاؤس سے مطالبہ ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:۔ شکر یہ اختر حسین لانگو صاحب۔ زیرے صاحب! میرے خیال میں مزید اس پر بات کریں گے۔

نصر اللہ خان زیرے:۔ جناب اسپیکر! آپ بھی کچھ ٹائم کر دیں گے، یہ انسانی جان کا مسئلہ ہے۔ لوگ ہڑتال پر ہیں، احتجاج کر رہے ہیں ہسپتال میں۔ تو کم از کم ہم عوامی نمائندے ہیں، ہمارا کیا فریضہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت، وزیر اطلاعات صاحب ہیں، وہ ہاؤس کو یقین دہانی کرائیں کہ جو FIR کاٹی گئی ہے، رات کو یا صبح۔ اُس شہید کے خلاف یا اُسکے بھائی کے خلاف کم از کم اُسکو suspend تو کریں۔ اور آگے کیلئے ایک اعلیٰ آفیسران پر خود CCPO صاحب وہ اُس کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کی جائے۔ اور FIR جس میں وہ ملوث ہے، جو پولیس آفیسر ہے اُس کے خلاف کاٹی جائے۔ اگر اس طرح نہیں ہوا تو یہ معاملہ آگے جائے گا۔ یہ احتجاج ہوگا، لوگ نکلیں گے۔ احتجاجی ہوگا۔ ظاہر سی بات ہے کہ ہم تمام پارٹیاں پھر اُس سے شامل ہوں گے۔ جناب ڈپٹی اسپیکر:۔ جی بلیدی صاحب۔

وزیر محکمہ اعلیٰ تعلیم و اطلاعات:۔ جناب اسپیکر! میں پہلے اس پر عرض کر چکا ہوں کہ ہم نے انکوائری کا حکم دے دیا ہے۔ اور انکوائری رپورٹ آجائیگی۔ اور انشاء اللہ و تعالیٰ انصاف ہوگا لو احقین کے ساتھ۔ اور پہلے کچھ چیزیں اس سے پہلے ascertain کرنی ہیں۔ اور اس پر آپ مطمئن رہیں کہ انشاء اللہ انصاف ہوگا۔ جناب ڈپٹی اسپیکر:۔ جی ملک صاحب۔

ملک سکندر خان ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف):۔ جناب اسپیکر! Thank you for giving!

me time. یہ اس واقعہ کے بارے میں تو آپ نے ساری روئیداد دیکھ لی ہے۔ اس اسمبلی میں جو سب سے بڑا المیہ ہے، جس کی جانب میں آپ کی توجہ دلاتا ہوں اور معزز اراکین کی۔ یہاں جو کچھ کہا جاتا ہے، کوئی قرارداد پاس ہوتی ہے، سوالات آتے ہیں، اُن کے جوابات آجاتے ہیں۔ توجہ دلاؤ نوٹس ہوتا ہے۔ جو بھی کارروائی ہوتی ہے اُسکے بعد یہ سرد خانے میں چلا جاتا ہے۔ یہاں بات چیت تو ہوتی ہے۔ تقاریر ہوتی ہیں۔ باتیں ہوتی ہیں۔ لیکن اسکا result ابھی تک نہیں آیا ہے۔ اب سوال لوگ اس لئے کرتے ہیں کہ جہاں غیر قانونی عمل ہوتا ہے، اُس کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ نشاندہی آپ کے سامنے بھی آجاتی ہے۔ اور ان تمام معزز اراکین کے سامنے بھی آجاتی ہے۔ تو اُس پر کیا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے کہ جب ایک آدمی یہاں پر ایک چیز آجائے ریکارڈ پر، پھر اُس کی تلافی کیلئے اور پھر دوبارہ اُسکو اس سے ہاؤس کو مطلع کیا جائے۔ اسی طرح قرارداد ہیں، قرارداد پاس ہونے کا مقصد یہ ہے کہ بلوچستان بھر کے عوام نے ایک مطالبہ کیا ہے۔ تمام جتنے بھی بلوچستان میں رہنے والے لوگ ہیں، اگر مشترکہ قرارداد پاس ہوتی ہے، تو اُسکا مطلب یہ ہے کہ بلوچستان بھر کی جتنی آبادی ہے، ان سب نے ایک ہی مطالبہ کیا ہے۔ پھر یہ مطالبہ اگر سرد خانے میں چلا جاتا ہے، تو پھر اسکی کیا حیثیت ہوتی ہے۔ اور اسمیں جو ابھی جو بات زیر غور تھی، جس پر سب ساتھیوں نے بات بھی کی ہے۔ اس میں سب سے جو بنیادی بات ہے وہ یہ ہے کہ FIR بھائی کے خلاف، یہ ویسے بھی عقل سے بعید ہے۔ دو بھائی آپس میں جارہے ہیں، چاہے جس مقصد کیلئے جارہے ہیں۔ اب بھائی اپنے بھائی کو مارے گا، یہ عقل سے بعید ہے۔ کسی اور چوک میں بھی اگر ان کے درمیان تنازعہ ہوتا ہے تو مار سکتے تھے۔ یہاں پولیس کے سامنے آکر بھائی، بھائی کو گولی مارے۔ تو یہ ناممکن ت میں سے ہیں۔ اسلئے یہاں CCPO صاحب اس بات کا سختی سے نوٹس لے لیں، جو بھی اسمیں involve ہیں، جس طریقے سے بھی involve ہیں۔ یہ انکے ساتھ انصاف کا تقاضہ ہے کہ انکو کٹھہرے میں لائیں۔ جناب اسپیکر! یہ دوسری گزارش میں یہ کرنا چاہتا تھا کہ ہمارے علم میں تھا کہ یہ اسمبلی 21 فروری تک، تو جو important معاملات تھے وہ وقتاً فوقتاً آجاتے تھے۔ لیکن اب پتہ چلا ہے کہ آج اسکو prorogue کیا جا رہا ہے۔ تو ایک important مسئلہ یہ ہے کہ سال 2000ء میں، سرکار کے حضرات تشریف فرما ہیں، سال 2000ء میں حبیب اللہ پاور پروجیکٹ ہے، یہاں کوئٹہ میں، اسکے لئے 45 لیویز ملازمین بھرتی ہوئے تھے۔ سال 2000ء میں۔ اب اُسکو ایک ایگریمنٹ کی شکل دے کر کے آج تک انکو regularize نہیں کیا گیا ہے۔ ملازمین کے خلاف ڈیوٹی نہ دینے کی کوئی شکایت نہیں ہیں۔ لیکن اگر یہ ملازمین جو سال 2000ء سے ہیں انکی تنخواہ بھی کبھی چار ماہ کے بعد دی جاتی ہے، کبھی پانچ ماہ کے بعد دی جاتی ہے۔ اب یہ دیکھا جائے

کہ ہر آدمی اپنا خود حساب لگائے کہ جب اُس کے بچوں کو چار مہینے تک تڑپایا جائے تو اُس گھر کی کیا کیفیت ہوگی۔ تو اس وقت ذمہ دار حضرات وزراء صاحبان ہیں، فنانس منسٹر صاحب سے تو میں particularly request کرونگا آپ کے توسط سے تو یہ 45 لوگ سرکار نے بھرتی کئے ہیں۔ اب 45 لوگ باقی لیویز ملازمین کی طرح treat نہیں کئے جاتے ہیں، غلاموں کی طرح treat کئے جاتے ہیں۔ اُن کی تنخواہیں وقت پر نہیں دی جاتی ہیں۔ اُن کا کوئی increment نہیں لگایا جاتا ہے۔ وہ جو اُن کی طرف سے ذمہ داری ہیں وہ پوری کر رہے ہیں۔ جو سرکار کی طرف سے ذمہ داری ہیں اُس پر کچھ نہیں کہا جا رہا ہے۔ تو میری گزارش کہ یہ ہوگی یہ بھی آخر بلوچستان میں جتنے بھی ملازمین ہیں یا اُن کے cases کو deal کئے جا رہے ہیں تو یہ بھی ایک انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ان مظلوموں کے ساتھ یہ میں سمجھتا ہوں کہ اُنکو یہ حق دلایا جائے۔ اور اُن کی services کو regularize کیا جائے۔ اب آپ اندازہ لگائیں جناب اسپیکر صاحب! 2000ء سے ہیں تو ابھی at the verge of retirement یا اُس کے قریب ہوتے جا رہے ہیں، اُن کے مستقبل کا کیا ہوگا؟۔ ان کے بچوں کا کیا ہوگا؟۔ یہ گزارش ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- آپ نے درست فرمایا ہے ملک صاحب۔ وزیر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں چونکہ منسٹر صاحب یہاں نہیں ہیں۔ وزیر داخلہ صاحب میرے خیال میں وہ بہتر جواب دے سکتے ہیں اس کا۔ جی۔

قائد حزب اختلاف:- ایک اور بھی گزارش کروں گا پھر دونوں کا آپ مہربانی کریں۔ اور بھی اس قسم کی ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! آپ کے توسط سے جناب اسپیکر! یہاں پر ایک بلوچستان judiciary کے ملازمین ہیں انہوں نے ایک کیس کیا ہے 2018ء میں، اُنکے حق میں یہ فیصلہ ہوا ہے، ہائی کورٹ نے کیا ہے۔ ان کو جوڈیشل الاؤنس (judicial allowance)۔ یہ فیڈرل کورٹس کے یہاں ٹریبونلز کے ملازمین ہیں۔ وہ function بلوچستان میں کرتے ہیں۔ بلوچستان ہائی کورٹ کے ملازمین کو جوڈیشل الاؤنس allow ہے۔ تو انہوں نے بھی یہی استدعا کی ہے عدالت سے کہ ہم بھی جوڈیشل الاؤنس کے حقدار ہیں۔ عدالت نے ان کے حق میں فیصلہ دیا ہے۔ اب تک اُس پر عملدرآمد نہیں ہو رہا ہے۔ ہو سکتا ہے اُس میں فیڈرل گورنمنٹ بھی involve ہو۔ لیکن چونکہ یہ service جو ہے وہ provincial government کی سروس کرتے ہیں۔ provincial government اور provincial high court کے territorial jurisdiction میں انکی ملازمت ہے۔ ہائی کورٹ نے جناب اسپیکر! میں توجہ چاہوں گا فنانس منسٹر صاحب کا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- ملک صاحب! منسٹر صاحب نے کہہ دیا کہ آپ ان کے آفس چلے جائیں۔ قائد حزب اختلاف:- اس کی تھوڑی سی تفصیل دوں گا۔ آپ دیکھ لیں یہاں ظلم کیسے کیسے ہو رہے ہیں۔ اس کی نشاندہی تو میں غیر ضروری ایک بات بھی نہیں کرتا ہوں۔ یہ 5 مہینے سے۔ نہ غیر ضروری تقریریں کرتا ہوں۔ لیکن جو پوائنٹ ہوتا ہے وہ میں۔ یہ اس میں انہوں نے یہ آرڈر کیا ہے جناب۔ یہ دیکھیں اب تک ان کے ساتھ۔۔۔ (مداخلت)۔ اچھا ہوا کہ آپ نے اس طرف توجہ دی۔ یہ جو ان کا verdict ہے۔

are held entitled for utility allowance with effect from 01.07.2009 at the rate of three thousand per month

اس کو بھی دیکھ لیں۔ 2009ء سے محروم کئے گئے ہیں تین ہزار per month وہ پیسے ان سے چھینے گئے ہیں۔ یہ بھی گریڈ 1 سے 6 تک ہیں۔ اور 4 ہزار روپے اسی تاریخ سے 01.07.09 سے 7 سے 16 گریڈ تک یہ آپ کو ادا کرنے کا کہا گیا ہے۔ اور اسی طرح جو اس کا جوڈیشل الاؤنس ہے، وہ بھی 4 ہزار per month ایک سے چھ تک ہے۔ اور 6 ہزار per month سات سے سولہ تک ہے۔ اور پھر ان کے حق میں جوڈیشل الاؤنس 2008 3 time of basic pay سے ہے۔ یہ 01.03.2010 سے ہے۔ تو اب اُس وقت سے 2009ء سے انہوں نے کتنے چکر لگائے ہونگے سیکرٹریٹ کے کتنے درخواستیں دی ہونگے۔ کتنی محنت کی ہوگی۔ اب ہائی کورٹ کے فیصلے کے بعد بھی یہ روز اپنی جوتیاں رگڑ رگڑ کے سرکار کے دربار پر حاضری دیتے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ چونکہ یہ ان کا حق ہے۔ اس کو کسی بھی طریقے سے آگے پیچھے نہیں کیا جاسکتا۔ تو دس سال کے بعد دینا ہے انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کو آج دیا جائے۔ 2000ء سے اگر کوئی شخص مانگ رہا ہے، آپ 2019ء تک نہیں دے رہے ہیں۔ تو یہ ظلم ہے۔ یا 2009ء سے کسی کا حق بنتا ہے تو آج 2019ء ہے، یہ حق اگر اُس کو نہ دیں تو یہ ظلم ہے۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ اس پر توجہ دی جائے اور ان کی یہ حق رسی کی

جائے۔ Thank you very much

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکر یہ۔

میر محمد عارف محمد حسنی (وزیر محکمہ خزانہ):- ملک صاحب! یہ میرے آفس تشریف لے آئیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکر یہ۔ جی حمل کلمتی صاحب۔

وزیر محکمہ خزانہ:- آپ Monday کو میرے office آجائیں، اس مسئلے کو انشاء اللہ حل

کریں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکریہ۔ جی کلمتی صاحب!

میر حمل کلمتی:- شکریہ جناب اسپیکر۔ جس طرح ساحلی شہر گوادراورپسنی میں سعودی عرب کی حکومت جو آئل ریفائٹری بنانے جارہی ہے۔ جس حوالے سے ثناء بلوچ صاحب نے توجہ دلاؤ نوٹس پیش کیا۔ اور آج کے اجلاس میں مشترکہ قرارداد اس ایوان نے منظور کیا۔ اُس حوالے سے میں حکومتی اور اپوزیشن اراکین کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور آپ سے بھی یہی اُمید کرتا ہوں چونکہ یہ ایک اہم issue ہے اور ایک بہت بڑی investment ہونے جارہی ہے۔ میری آپ سے request ہے کہ آپ ایک چارٹرڈ کمیٹی اس ایوان کی بنائیں، MOU, human-resource, land-lease کے حوالے سے، environment کے حوالے سے، معاشی اور سماجی اثرات کو دیکھیں۔ اور اسمبلی میں اپنی سفارشات پیش کریں۔ میری آپ سے request ہے کہ چارٹرڈ کمیٹی میں جو دو جنہوں نے زمرک خان اور ثناء بلوچ نے جو قرارداد پیش کی ہے، اُن دونوں کو لے لیں، ایم پی اے گوادراکو لے لیں اور ساتھ میں مکران سے ظہور بلیدی جو ان تمام چیزوں میں involve بھی ہیں اور اُن کو دیکھ بھی رہے ہیں۔ تو میری آپ سے request ہے کہ یہ کمیٹی بنائیں تاکہ وہ اپنی سفارشات اور تحفظات سے اس ایوان کو آگاہ کرے۔ اور اس MOU کے حوالے سے بہتر سے بہتر اپنی تجاویز دیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی اختر حسین لاگو صاحب!۔

میر اختر حسین لاگو:- جناب اسپیکر! میں آپ سے request کرتا ہوں کہ اسمبلی فی الفور اس پر ایک کمیٹی بنائی جائے۔ اور میری آپ سے بھی جناب اسپیکر! ایک request ہے کہ اس ایوان میں آج دن تک جیسے ملک صاحب نے بھی کہا ہم نے کافی کمیٹیاں بنا دیئے ہیں۔ ایک کمیٹی ہماری بنی تھی سینڈک کے حوالے سے، جس کا آج دن تک ایک single اجلاس بھی نہیں ہو سکا۔ کچھ ہم نے یہاں پر questions اٹھائے تھے، اُنکے اوپر بھی آپ نے رولنگ دی، کمیٹیاں بنیں۔ جو S&GAD کے متعلق تھیں۔ اُنکا بھی آج دن تک کوئی follow-up نہیں ہے۔ اُن کمیٹیوں کا وجود، اُن کمیٹیوں میں کون لوگ ہیں، اُن کمیٹیوں کی meeting۔ اُس حوالے سے بھی بالکل کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ میر یونس صاحب نے خضدار کے حوالے سے یہاں پر جو معاملات اٹھائے تھے، اُن پر بھی آپ کی رولنگ آگئی تھی کہ اُس پر کمیٹی بنے گی۔ اور انکو آئری ہوگی۔ اُس کمیٹی کا بھی آج دن تک کوئی اتہ پتہ نہیں ہے۔ اور نہ اُس کے members کا تعین کیا گیا۔ اور نہ اُس meeting کی کوئی fix date ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت ساری کمیٹیاں جب سے یہ اسمبلی وجود میں آئی ہے،

مختلف issues پر ہم نے بنادیئے ہیں، بحیثیت Custodian of the House ہمارا آپ سے یہ گلہ بھی بنتا ہے۔ اور ہم request بھی آپ سے کر رہے ہیں کہ جناب والا! اس اسمبلی کو خدارا! سنجیدہ لیا جائے۔ اور اس کی تقدس کا خیال رکھا جائے۔ کیونکہ اگر ہم اور آپ اس اسمبلی کی تقدس کا خیال نہیں رکھیں گے تو شاید جس طرح ثناء بھائی نے کہا کہ کل ہم اسلام آباد بھی اگر کوئی معاملات لے کر جائے گی حکومت یا یہ اسمبلی کے ممبران تو وہاں پر کون انکو سنجیدہ لے گا؟۔ تو میری آپ سے یہ request ہے جو کمیٹیاں بن گئی ہیں، جن کا آج دن تک کوئی اجلاس نہیں ہو رہا، خصوصاً سینڈک کے حوالے سے، باقی معاملات میں جو ہم issues تھے۔ تو انکا فی الفور آپ اپنے اسمبلی سیکریٹریٹ کی طرف سے ان تمام کو call کر کے انکی ایک فی الفور meeting بلا لیں۔ اور جو کمیٹیاں نہیں بنی ہیں، جو آپ نے رولنگ دی ہے تو ان کمیٹیوں کو مہربانی کر کے آج یا اپنی سیکریٹریٹ کی طرف سے تمام کو notices جاری کر کے ان کمیٹیوں کو تشکیل دے دیں۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکریہ لانا کو صاحب۔ دو منٹ زیرے صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

میر اسد اللہ بلوچ (وزیر محکمہ سماجی بہبود):- متفقہ طور پر قرارداد تو پاس ہوئی، میں سمجھتا ہوں کہ قرارداد پورے بلوچستان کے عوام نے ہی پاس کیا ہے۔ کیونکہ یہاں بیٹھے ہوئے جتنے بھی ہمارے معزز دوست ہیں، یہ بلوچستان کے لوگوں کی mandate لے کر آئے ہیں۔ کمیٹیاں بنتی ہیں، تحریک التواء ہوتی ہے، اُس کے حوالے سے پھر کمیٹی بنتی ہے۔ ابھی ایک قرارداد متفقہ طور پر پاس ہوئی ہے۔ اس کی اہمیت کو کیوں ختم کرتے ہو؟۔ یہ کمیٹی بناتے ہو۔ چیزوں کو سمجھو۔ thank you جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکریہ اسد بلوچ صاحب۔ ویسے قرارداد متفقہ طور پر پاس ہو گئی ہے۔ یہ تو میرے خیال سے فی الحال کمیٹی کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اور جو ہماری قراردادیں ہیں جو سیکریٹریٹ صاحب ہے۔ اور ہماری اسٹاف ہیں۔ میں Monday کو بلاتا ہوں، ان سے اس بارے میں briefing لیتا ہوں۔ جی زیرے صاحب۔

نصر اللہ خان زیرے:- جناب اسپیکر! ایک چھوٹا سا point ہے۔ جس طرح ملک صاحب نے کہا کہ یہاں بہت ساری باتیں ہوتی ہیں، حکومتی وزراء ہمیں یقین دہانی کراتے ہیں۔ سردار صاحب آج نہیں ہیں۔ وہ بڑے انداز سے ہمیں یقین دہانی کراتے ہیں کہ اب اسکا یہ ہو جائے گا۔ یہ notification ہو جائے گا۔ ہم نے شاید اس سے پچھلے جو اجلاس تھا اُس میں ہم نے ایک resolution pass کیا تھا۔ اگر آپ کو یاد ہو کہ جو service age limit ہے، وہ 43 years مقرر کیا جائے، 38 سے۔ یہ نہیں ہوا ہے جناب

اسپیکر۔ میں آپ کو بتاؤں کہ قرارداد پاس ہوگئی۔ آج بھی مجھے secretariat سے لوگ آئے تھے کہ ہم متعلقہ departments میں جناب اسپیکر! کہ ابھی بہت سارے departments میں اشتہارات آئے، مختلف سروس کے حوالے سے۔ لیکن وہ جا کر کے جو بھی آپ department میں کاغذات جمع کراتے ہیں، اگر کسی کا age 39 ہے، 40 ہے، اُس کے کاغذات نہیں لیے جاتے۔ کہہ رہے ہیں کہ حکومت نے باقاعدہ طور پر S&GAD نے اس حوالے سے باقاعدہ کوئی notification جاری نہیں کیا ہے۔ تو kindly مجھے وزیر صاحب! آپ معلومات کر لیں اگر notification ہوا ہے تو ٹھیک ہے۔ اگر نہیں ہوا ہے تو کم سے کم کل یہ notification جاری کروادیں تاکہ جو امیدوار ہیں وہ باقاعدہ اپنے کاغذات وقت مقررہ پر جمع کرا سکیں۔

شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکریہ۔ جی دمڑ صاحب۔

نور محمد دمڑ (وزیر محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ اور واسا):- بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب اسپیکر! آپ کی اجازت سے، جناب اسپیکر! جب اپوزیشن والے تقریر کرتے ہیں تو سب سے پہلے ان کی نظر ہمارے اوپر لگی ہوتی ہیں۔ ابھی میں ان کو جب دیکھ رہا ہوں تو کم از کم ہماری تقریر کو بھی تو سنا کریں۔ یہ صرف اپوزیشن کی ڈیوٹی نہیں ہے۔ ذرا سنجیدہ ہو جائیں۔ کم از کم اگر آپ کی باتوں میں وزن ہے تو ہماری بھی آپ سن لیا کریں۔ جناب اسپیکر! سب سے پہلے تو میں قراردادوں کے بارے میں ہمارے دوستوں نے یہاں پر مختلف قرارداد پیش کیے ہیں اور ہمارے معزز رکن نے کہا کہ قرارداد کو کوئی یہاں پر سنجیدگی سے کوئی نہیں لے رہا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ جناب اسپیکر! یہ قراردادوں کا کوئی آپ value آپ تعین کیا کریں، یہاں پر ڈھڑا ڈھڑا قراردادیں آ کے پیش ہو رہے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ اپوزیشن والوں کا بازار میں جا کر کسی سے کوئی شکایت سن کر کے وہ آجاتے ہیں یہاں پر قرارداد کی شکل میں۔ ہم اقتدار والے پھر حیران ہیں کہ اگر اسکی مخالف کرتے ہیں تو پھر ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ اقتدار والے چاہتے ہی نہیں ہیں عوام کی خدمت۔ اگر ہم حمایت کریں تو اپنے وسائل ہمیں اندازہ دیتے ہیں کہ کیا یہ قرارداد اگر ہم پاس کریں، ہمارے ساتھ یہ وسائل بھی ہیں کہ نہیں۔ قرارداد پاس کرنے کو تو بہت سے قرارداد ہیں یہاں لا کے قرارداد پاس ہو جاتی ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں ہر وقت جب بھی کوئی قرارداد لائیں میرے خیال میں میں senior تو نہیں ہوں، junior رکن ہوں۔ تو میرے خیال میں جب بھی قرارداد آتے ہیں تو ان کا کوئی value دیکھنا چاہیے۔ انکی کوئی حیثیت دیکھنی چاہیے۔ یہاں ہاں کے ہم سب متفق ہو کے اُسکو پاس کر لینا چاہیے۔ جناب اسپیکر! دوسری بات یہاں پر FIR کی جو ہوئی، ہمارے بلوچستان میں ایک

روایت بنی ہے جو بھی کسی کے خلاف FIR-chalk کرنا چاہے تو وہ صرف simply ایک application لکھ کے لے جاتے ہیں وہاں پر۔ تو SHO صاحب اُسی وقت اُس FIR پر چاہے وہ 302 کا ہو، چاہے جو بھی section لگتا ہے، وہ FIR کاٹ کے بعد میں investigation کرتے ہیں۔ لیکن یہ ہے کہ میرے خیال میں دنیا کے اصول بھی یہی ہیں اور پنجاب اور سندھ میں ایک rules وہاں پر انہوں نے مقرر کیا ہوا ہے کہ جو بھی FIR درج کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے وہ SHO صاحب اور وہاں کی متعلقہ DSP وغیرہ ذمہ دارا ن اُن پر ایک investigation مقرر کرتے ہیں، FIR سے پہلے وہ تحقیق کرتے ہیں، تفتیش کرتے ہیں کہ کیا واقعی اس طرح کا واقعہ ہوا بھی ہے یا نہیں۔ تو واقعہ کی معلومات کر کے تب FIR میں وہ چلے جاتے ہیں۔ اور FIR کاٹ لیتے ہیں۔ یہاں پر یہ ہے کہ جو بھی گیا اُس کی first information جو اطلاعی رپورٹ جو دیتے ہیں اُس پر وہ FIR کاٹ لیتے ہیں۔ پھر یہ ہے کہ عدالتوں میں معزز شہریوں کو پھر بھگتنا پڑتا ہے۔ اور پھر پولیس والے جو ہیں وہ اُن کے حق میں اُس FIR کو proof کرنے کے لیے اُس کے حق میں مختلف قسم کے وہ ظاہرات ہے اُنکے اپنے ہی FIR ہے۔ وہ تو اُسکو reject تو نہیں کر سکتے ہیں۔ تو یہاں پر جو FIR کی ذکر ہوئی میں تو کہتا ہوں کہ کم از کم اپنے CCPO صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، FIR سے پہلے تفتیش کرنا چاہیے۔ حقیقت معلوم کر کے بعد میں کیونکہ یہاں پر بہت سے اس طرح کے واقعات ہوئے ہیں 302 کے واقعات۔ 302 کے معمولی case نہیں ہیں۔ 302 میں ایک دفعہ جب FIR درج ہو گیا تو ظاہرات ہے کہ پھر اُس بیچارے کو پھر سالوں سال عدالتوں کا چکر لگانا پڑتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- دمڑ صاحب! تھوڑا مختصر کر دیں تاکہ آگے کارروائی جائے۔

وزیر محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ اور واسا:- جی جناب اسپیکر! میں تھوڑا سا اگر آپ اجازت دینگے ہمارے دوست اگر بیچ میں پھر interfere نہیں کریں گے۔ میں حیران ہوں کہ میں اجازت آپ سے لے لوں یا ان سے لوں؟ اگر آپ اجازت دینگے تو انہوں نے پھر میری تقریر میں مداخلت نہیں کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی جی، آپ تقریر کریں۔

وزیر محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ اور واسا:- میں جو کچھ کہوں گا بیشک میں غلط کہوں گا لیکن یہ ہے کہ بعد میں انکا حق بنتا ہے مجھے اپنا جواب بیشک دے دیں۔ ہم سنتے ہیں اپوزیشن والے جو بھی کہتے ہیں ہم تسلی سے بیٹھے ہوتے ہیں۔ ہم نے کبھی ان کی تقریر میں مداخلت نہیں کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- آپ اپنی بات شروع کر دیں۔

وزیر محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ اور واسا:- جی جناب اسپیکر! میں خاص کر کل کے حوالے سے یہاں پر جو ایک زیر التواء قرارداد آئی، لورالائی کے واقعہ کے بارے میں ہماری یہاں پر discussion ہوئی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- دمڑ صاحب! اس پر میرے خیال سے مزید بحث و مباحثے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ آپ بھی کرینگے پھر بیچ میں یہ لوگ بھی کریں گے۔

وزیر محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ اور واسا:- بحث نہیں کریں گے، بس تھوڑا سا وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- میرے خیال سے ضرورت نہیں ہوگی۔ پھر بیچ میں یہ لوگ اٹھ کر بات کریں گے۔

وزیر محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ اور واسا:- میری لورالائی کے واقعہ کے بارے میں میری مؤقف

ابھی بھی وہی مؤقف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ confusion دور کرنے پر، FIR کی سب سے پہلے میں حامی

ہوں۔ میں اسی لیے کہتا ہوں کہ تفتیش first، بعد میں FIR۔ تو اُس واقعہ کی بھی اگر تفتیش complete

ہو کے آجائے میڈیکل رپورٹ آجائے تو انشاء اللہ سب سے پہلے FIR کے حق میں میں ہوں۔ اور میں لڑوں

گا۔ میں وزیر اعلیٰ سے لڑوں گا۔ اور میں پولیس سے لڑوں گا۔ تو یہ میری مؤقف کل کی ہے لیکن تھوڑا سا social

media پر میرے کل کی تقریر کو غلط پیش کیا گیا۔ ہمارے کچھ دوستوں سے صرف ایک clip وہاں پر پیش

کر رہے ہیں۔ تو اُس کے حوالے سے میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ایک چھوٹا سا واقعہ جتنا بھی ہے اتنا تو نہیں تھا۔

بہر حال چوک چوراہوں پر آ کے اُسکو ایک State کے ساتھ منسلک کرنا۔ میرے کہنے کا مقصد یہ تھا پھر ایک قوم

کے ساتھ منسلک کرنا کہ یار! یہ ہمارے ساتھ یہ State کیوں اس طرح کر رہا ہے؟۔ یہ روز کی باتیں ہیں۔

ابھی یہاں پر جس طرح بات ہوئی کہ پولیس والوں کے ہاتھوں ایک بندہ قتل ہوا ہے۔ تو اس پر احتجاج کیوں کر

نہیں ہو رہا ہے۔ تو میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ مجھے اپنے پارٹیوں کی دوہری معیار پر اعتراض ہے۔ کہ جب آپ

اپوزیشن میں ہوتے ہیں تو پھر ہر چھوٹی بات کو بڑی بات بنا کر ہر روز آپ کی ہڑتالیں، ہر روز آپ کی مظاہرے

اور جب آپ اقتدار میں ہوتے پھر آپ کے منہ بند ہیں۔ چاہے ایک دن میں سارے پشتون مر بھی جائیں۔ تو

آپ کو کچھ بھی احساس نہیں۔ تو میرے کہنے کا مقصد یہی تھا۔ پھر یہیں پر یہ کہا جا رہا تھا کہ پشتونوں کی حقوق،

پشتونوں کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔ میرا کہنے کا مقصد یہ تھا جناب اسپیکر! کہ پشتونوں کے ساتھ ظلم State نے

نہیں کیا ہے۔ پشتونوں کے ساتھ ظلم اپنے پارٹیوں نے اور اپنے لیڈر صاحبان نے کیا ہے۔ پشتون آج جو در

بدر ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- دمڑ صاحب! یہ معاملہ کل ہی ختم ہو گیا تھا۔ میرے خیال میں اس پر پھر بحث و مباحثہ آئیں گے۔ نہیں، نہیں آپ تشریف رکھیں۔

وزیر محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ اور واسا:- ایک یہ ہے کہ ہم ایک روایات ہم نے بنانا ہے، اپوزیشن ایک بات کرے گی تو دوسری بات ہماری ہوگی۔ ہمیں سننا پڑے گا۔ انہوں نے اپنے آپ میں تھوڑا سا حوصلہ پیدا کرنا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- نہیں دمڑ صاحب! آپ کونٹیں گے۔

وزیر محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ اور واسا:- برداشت کرنے کی اور اپنے آپ میں سننے کی صلاحیت پیدا کرنا ہے آپ نے اپنے آپ میں۔ تو میرا صرف کہنے کا مقصد یہ تھا کہ واقعات بہت ہوئے ہیں، یہ لوگ کل خاموش تھے آج ان کو کیوں آگ لگ گئی؟ تو کہنے کا مقصد یہ تھا آپ کہتے ہیں کہ مختصر۔ تو میں مختصر کر لوں گا۔ لیکن میں کہتا ہوں پشتونوں کو کہیں سے نقصان نہیں ہوا ہے۔ پشتونوں کی نمائندگی ہم کر رہے ہیں۔ پشتونوں کے حقوق کے لیے ہم لڑ رہے ہیں، مختلف فورم ہیں۔ ہم سیاسی point scoring نہیں کر رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ ادارے ہیں۔ ہم اُن اداروں کے اندر لڑ رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ cabinet ہے۔ ہم نے ہر cabinet اجلاس میں، پشتونوں کے ساتھ جو ظلم ہوتا ہے تو ہم اُسکی وہاں پر بھر پور مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن یہ ہے کہ سیاسی point scoring کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب ضرورت ہو تو وہاں پر کھل کر آ جانا چاہئے۔ دوسری معیار نہیں ہوں۔ آپ اپوزیشن میں ہو تو ہڑتال اور اگر آپ اقتدار میں ہو تو خاموشی۔ تو اس پر میرا اختلاف تھا۔ شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکریہ۔ جی میرا یونس عزیز زہری صاحب۔ ملک صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ زہری صاحب! دو منٹ بات کریں تاکہ پھر وہ۔ ملک صاحب ایک دو نہیں ہوتا ہے پھر لمبا ہو جاتا ہے میرے خیال سے وہ۔ جی ملک صاحب۔

قائد حزب اختلاف:- شکریہ جناب اسپیکر۔ میرے بھائی نے قرارداد کی بات کی۔ یہ already قرارداد کی یہ پوزیشن ہوتی ہے کہ آپ اُس کی admissibility پر آپ اُس سے پوچھتے ہیں۔ اور پھر اُسکی admission کے لیے پھر آپ پوچھتے ہیں۔ وہ کورم متعین ہے کہ کتنے لوگوں نے اسے حق میں رائے دی۔ اور پھر اُس discussion ہوتی ہے۔ تو صرف تالہ لگا دینا کہ جی اپوزیشن کی طرف کوئی قرارداد پیش نہیں ہو۔ یہ تو ایسی فضول سی بات ہے۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ پہلے تحقیق کی جائے پھر

FIR کاٹی جائے legal position یہ ہے کہ first information report جب first information report نہیں ہوگی یعنی ابتدائی اطلاع جب جرم سرزد ہوتا ہے، جب یہ اطلاع نہیں ہو تو تفتیش کیسے ہوگی؟ investigation کیسے ہوگی؟۔ میں کہتا ہوں تھوڑا سا سمجھ کے اور دیکھ کر وہ آیا کریں

Thank you very much۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکر یہ ملک صاحب۔ جی میر یونٹس صاحب۔

میر یونٹس عزیز زہری:- شکر یہ جناب اسپیکر۔ دو منٹ پورے ہو گئے۔ وزیر موصوف صاحب نے ہمیں بڑی اچھی ہدایت دے دی ”کہ آئندہ بازار سے سن کے اور بازار والوں سے قرارداد لے کر نہیں آئیں“۔ انہیں بازار والوں نے، روڈ والوں نے ہمیں یہاں تک پہنچایا ہے،۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔ اُن کی وجہ سے ہی۔ ہمیں یہی لوگوں نے یہاں پہنچایا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- نصر زیرے صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ جی میر صاحب۔

نصر اللہ خان زیرے:- جناب اسپیکر! میں یہ کہہ رہا ہوں میرا دوست جو ہے ناں وہ اتنا سٹیج پا نہیں ہو جا

جناب ڈپٹی اسپیکر:- یہ دمڑ صاحب اور زیرے صاحب کی mic بند کر دیں۔ آپ تشریف رکھیں زیرے صاحب۔ Order in the House۔ دونوں کے mic بند ہیں۔ دمڑ صاحب آپ تشریف رکھیں۔ order in the house۔ دمڑ صاحب آپ تشریف رکھیں۔ جی زہری صاحب! آپ اپنی بات کریں۔

میر یونٹس عزیز زہری:- شکر یہ آپ دونوں کی لڑائی کا۔ موقع دے دیں تاکہ اس بلوچستان کے لیے ہم کر سکیں، کچھ بات کر سکیں کچھ اچھی باتیں کریں، کچھ روایات قائم کریں۔ یہ بلوچستان ہم سب کا ہے اس کے مفادات ہم سب کے ہیں۔ اگر کوئی قرارداد یہاں آجاتا ہے، جیسے ملک صاحب نے کہا اُسکو ہم دیکھتے ہیں۔ اگر اُس قرارداد کی اہمیت ہے۔ اُس قرارداد کی بلوچستان کو ضرورت ہے۔ اُس قرارداد کی ہمارے پسماندہ ان علاقوں کو ضرورت ہے۔ تو اُس قرارداد کو دیکھیں پاس کرتے ہیں۔ اگر اُس کی کوئی اہمیت اگر نہیں ہے تو ہم اُسکو reject کرتے ہیں۔ تو یہ چیزیں اُن چیزوں کو ہم سب نے دیکھنا ہیں۔ بات چل رہی تھی یہ اپنا عمر کے حساب سے جو لوگوں کے نوٹیفکیشن ہونا تھا، وہاں سے چل چل کے لڑائی تک پہنچ گئی۔ اُس بات پر آج بھی ہمیں لوگوں نے یہ کہا ہے کہ جی ہمارے کاغذت نہیں لے رہے ہیں۔ کیونکہ وہ نوٹیفکیشن ہمیں نہیں ملا ہے۔ تمام

حکموں نے یہی کہا ہے کہ وہ نوٹیفیکیشن نہیں ہوا ہے۔ تو اس بات پر تھا۔ میں گورنمنٹ کے دوستوں سے۔ اور دوسری بات یہ ہے ہمارا وزیر دمڑ صاحب! دل بڑا کر دیں آپ کیونکہ حکومت کی کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ اپنا دل بڑا کریں۔ آپ ہماری بات سنیں۔ آپ ہمارا طنز یہ لہجہ ہوا سکو بھی سن لیں۔ آپ کے لیے ہمارے دل میں جگہ بہت ہے۔ کوشش ہماری یہ ہے کہ ہم آپ کو اپنے دل میں رکھیں۔ آپ بھی ہمیں اپنے دل میں رکھ لیں۔ اور آپ کو برداشت کرنے کا حوصلہ ہونا چاہئے۔ تمام دوستوں کو۔ اور اگر ہم کوئی قرارداد پیش کرتے ہیں اپنی گھر کی بات نہیں کرتے ہیں۔ ہم اس پسے ہوئے طبقے کی بات کرتے ہیں۔ ہم اس بلوچستان کی بات کرتے ہیں۔ کسی اپنے مفاد کی ہم بات نہیں کر رہے ہیں۔۔۔ (مداخلت)۔ ابھی آپ نے خود کہا تھا کہ کسی کے بات کے درمیان میں بات نہیں کرنی چاہئے، اپنے فارمولے پر تو عمل کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- زہری صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ یہ ختم ہو چکا ہے بالکل۔ مورخہ 14 فروری 2019ء کی اسمبلی نشست میں باضابطہ شدہ تحریک التواء نمبر 3 پر بحث کریں۔ مختصر سا بحث کریں۔ جی آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:- اچھا جی! راستہ تو بہت لمبا ہے کونٹہ سے کراچی تک۔ شکر یہ جناب اسپیکر! یہ تحریک التواء تو میں نے پیش کر دی تھی۔ گزارش یہ ہے کہ کونٹہ سے کراچی آپ کو پتہ ہے کہ ہمارے بلوچستان کے اکثر لوگ غریب اور در بدر ہیں۔ اور مزدوری کے لیے کراچی اور سندھ جاتے ہیں ہمیشہ۔ اور کونٹہ سے کراچی جانے والی buses کی جو accidents کی جو گرفتار ہے اور اُس میں جو قیمتی جانیں ضائع ہوتی ہیں، وہ آئے دن آپ کے سامنے ہیں۔ تو میں اس طرف گورنمنٹ کی بھی اور motorway authority کی پولیس کی بھی ہماری جو ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی ہے، اُس کی بھی۔ اور جو check posts مختلف نا کے لگے ہوئے ہیں۔ اُن سب کی مل کے اسمیں ذمہ داری بنتی ہے کہ یہ accidents کو avoid کیا جائے۔ ابھی 8 تاریخ کو ہماری یارو میں جو معمولی کراس روڈ ہے، چمن کی طرف بھی، پشین کی طرف بھی، تو بہا چکڑی اور کٹری کی طرف بھی۔ یہاں پر ایک بس نے آتے ہوئے ایک گاڑی کو ٹکرا مارا۔ جس میں 7 بندے زخمی ہوئے۔ ٹراما سینٹر میں پڑے رہے۔ اُس میں جو ایک نوجوان غریب 3 سال سے کراچی میں مزدوری کر رہا تھا۔ اور ابھی گھر آئے ہوئے اُسے 5 دن ہوئے تھے۔ وہ اُس میں شہید ہوا۔ اُسی کمپنی کے دوسرے بس نے دوسرے دن 9 تاریخ کو زیرو پوائنٹ پر ایک اور accident کیا۔ اُس میں 5 بندے شہید ہوئے۔ اور اس طرح ہر ماہ، ہر ہفتہ یہ ٹرانسپورٹ جو ہے وہ accident سے دوچار ہوتے ہیں۔ اور اس میں

قیمتی جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ اُس کی مختلف وجوہات ہیں۔ ایک تو جنیشنل ہائی وے پولیس ہے، اُن کی کوئی صحیح دیکھ بھال نہیں ہے۔ وہ speed کو control نہیں کرتے ہیں۔ اُن کی ایک گاڑی یہاں کھڈ کو چھ میں ہوتی ہے۔ جو صبح سویرے اور ایک وہاں اوتھل کے پاس ہوتی ہے بس۔ جس کی وجہ سے یہ accidents ہو جاتے ہیں۔ اور خصوصاً جس کمپنی کا میں نے ذکر کیا۔ اس کے سب سے زیادہ accidents ہیں۔ ان کے خلاف خضدار میں بھی FIR ہے۔ لسبیلہ میں بھی FIR ہے۔ ابھی یہ پشین میں بھی FIR ہو گیا ہے۔ اور اس طرح کے بے لگام ہو کے یہ ٹرانسپورٹ so much so کل یہ میرے گھر پر بھی آئیں گے۔ اور مجھے دے انداز میں دھمکی آمیز انداز میں یہ سب کچھ بھی کہا گیا۔ میں نے کہا بھی آپ جا کر کے جن کا بندہ شہید ہوا ہے اُن سے مل لیں اُنکو راضی کریں۔ یہ ایک دن کی بات نہیں ہے۔ ساتھ ساتھ کہتے ہیں کہ Government of Balochistan سرٹکیس کیوں چوڑی نہیں بناتی ہے؟۔ سرٹکیس چوڑی بنا دیں تو پھر accidents نہیں ہوں گی۔ بڑی وجوہات یہ ہیں کہ ان buses میں پیکنگ ہوتی ہے۔ اور انہوں نے ایک پوسٹ سے لیکر کے دوسرے پوسٹ تک پہنچنا ہوتا ہے۔ اُن check post پر پیسے اُن سے لینے والے موجود ہوتے ہیں۔ اگر delay ہو جائے تو آدمی آگے پیچھے ہو جاتے ہیں۔ لہذا ایک check post سے دوسرے check post تک پہنچنے کے لیے اور اُنکو پیسے تھمانے کیلئے آگے پوسٹ جانے کے لیے یہ speed بڑھاتے ہیں۔ اور speed سے چلتے ہیں۔ اور یہ آئے دن باتیں آتی ہیں۔ تو اس حوالے سے میں سمجھتا ہوں آپ کی بھی اور Government of Balochistan کی ذمہ داری بنتی ہے کہ سیکرٹری آرٹی اے اپنی ذمہ داری پوری کریں۔ اور نیشنل ہائی وے کی پولیس جس کی پٹرولنگ ہے، وہ اپنی ذمہ داری پوری کریں۔ اور جو ہماری نیشنل ہائی وے اتھارٹی ہے، اُنکی بھی روڈ پر بہت سارے defects ہیں جہاں جھپ آتے ہیں، وہاں zebra crossing کے نشان نہیں بنے ہوئے ہیں۔ جہاں ٹرن آتے ہیں، وہاں پر super elevations نہیں بنی ہوئی ہیں، boards نہیں لگے ہوئے ہیں۔ نیشنل ہائی وے اتھارٹی کی اپنی غفلت ہے۔ کیونکہ ہم travel کرتے ہیں اس روڈ پر۔ اور بحیثیت انجینئر میں یہ ساری باتیں نوٹ کرتا ہوں۔ لیویز والوں کی اپنی ذمہ داری ہے۔ FC کے جو چیک پوسٹیں ہیں اُن کی اپنی ذمہ داری ہے۔ کوشل گارڈز کی اپنی ذمہ داری ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں یہ تمام ایجنسیاں اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ جس کی وجہ سے آئے دن یہ قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس لیے میں اس House سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ جو جو، جس جس کی experiences ہیں وہ اسمیں share کریں۔ اور ان تمام ایجنسیز کو تنبیہ کیا جائے اور یہ جو لوگ آئے

دن غریب مرتے ہیں، 18 سال، 20 سال کے نوجوان کراچی میں کسی چائے کے ہوٹل پر کسی دوسری جگہ پر مزدوری کرتے ہیں۔ جب آتے ہیں تو اُنکی جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ یہ آئے دن ہوتی ہیں۔ تو یہ بہت افسوسناک واقعہ ہوا ہے۔ اس کو میں House کے نوٹس میں لانا چاہتا تھا۔ اور یہ امید ہے کہ آپ اس پر اور یہ House اور Government of Balochistan اس پر پورا action لے گی۔ اور اس قسم کے لوگوں کو ٹرانسپورٹ چلانے کی اجازت اُن شرائط کے ساتھ دی جائے جس کے لیے وہ سفر محفوظ بنایا جاسکیں۔

شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکریہ آغا صاحب! آپ نے بہت اچھی بات کی جو کہ بلوچستان کے عوام کے فائدہ میں ہے۔ جی لیلیٰ صاحبہ۔

لیلیٰ بی بی ترین:- جناب اسپیکر صاحب! آپ سے گزارش کرتی ہوں کہ براہ کرم ایم۔ پی۔ اے۔ اپارٹمنٹ جلد تیار کروا کر ہمیں allot کئے جائیں، ہم سب شکر گزار رہوں گے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی شکریہ۔ جی واحد صاحب!

عبدالواحد صدیقی:- شکریہ جناب اسپیکر۔ ہم بات کرتے ہیں treasury benches

والے ناراض ہو جاتے ہیں۔ گزارش ہے اگر ان سے حکومت نہیں چلتی، پھر چھوڑ دیں۔ یہ موضوع پر جو قراقرم آئی ہے، اسکے متعلق ہم نے یہاں اس پر بحث کی ہے۔ صرف ایک route نہیں ہے کہ کوئٹہ سے کراچی تک۔ بلکہ کوئٹہ سے ژوب تک، لورالائی سے رکھنی تک، ہمارے سارے روڈز جو ہیں وہ غیر محفوظ ہیں۔ آئے روز درجنوں لوگ مرتے ہیں۔ لیکن اس کا آج تک نہ کوئی حکومت نے نوٹس لیا ہے۔ اور نہ ہی آپ کی پولیس نے کوئی نوٹس لی ہے۔ تو آپ سے گزارش یہ ہے کہ جو یہاں بحث ہوتی ہے، ہم کسی کو نیچا دکھانے کے لیے نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ ضروری مسئلہ ہوتا ہے۔ اس وقت اگر آپ ژوب کے روٹ کو دیکھیں، کوئٹہ سے ژوب تک، آئے روز حادثات ہوتے ہیں۔ لوگ مرتے ہیں۔ جہاں اُس کا کوئی والی وارث نہیں ہوتا۔ آخر کب تک یہ ہوتا رہے گا؟ دو مہینے پہلے اس پر ہم نے بحث کی ہے کہ حکومت وقت اس کا نوٹس لیں۔ ان کا کوئی تدارک کریں تاکہ کم از کم ہم اگر دے نہیں سکیں، لوگوں کی جان بچا سکیں۔ تو اس حوالے سے چونکہ ضروری بات ہے صرف یہ کہ کوئٹہ سے کراچی تک نہیں بلکہ ہمارے جتنے بھی routes ہیں، سب سے پھر نصیر آباد، کوئٹہ سے ژوب تک اور لورالائی سے رکھنی تک۔ یہ سارے routes چمن کا route بھی اس طرح سے ہے۔ یہ ہمارے سارے routes غیر محفوظ ہیں۔ آئے روز حادثے ہوتے ہیں۔ لوگ مرتے ہیں۔ حکومت نے آج تک کوئی نوٹس نہیں لیا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکر یہ صدیقی صاحب۔ دو منٹ صرف جی!  
میر حمل کلمتی:- شکر یہ جناب اسپیکر۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہوتے ہیں، اس میں ٹرانسپورٹ کا کیا قصور ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی بلیدی صاحب!

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر محکمہ اعلیٰ تعلیم و اطلاعات):- شکر یہ جناب اسپیکر۔ یہ جو قرارداد آئی ہے اس پر 25 جنوری کو ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی کے چیئرمین، کمشنر خضدار نے ایک letter ارسال کیا ہے۔ Provincial Transport Authority کو اور 8 فروری کو جس قرارداد پر جو ٹرانسپورٹ مالکان کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ دو ٹرانسپورٹ کمپنیز کے route-permits جو ہیں انکو وہ cancel ہو چکی ہیں۔ اور اُس کی کاپی میرے پاس پڑی ہوئی ہے۔ اگر معزز رکن کو چاہئے میں اُس کو دے دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر کسی نے بحث کرنی ہے تو کر لیں۔ اس کے ساتھ ساتھ Government of Balochistan نے 2 ارب روپے ایمر جنسی اور ریسکیو کیلئے رکھے ہوئے ہیں۔ جو مختلف ہائی ویز پر ٹراما سینٹرز اور ضروری جو چیزیں ہیں وہ بنا دیں گی۔ اور اس کے علاوہ Government of Balochistan نے جتنے بھی DPO,s D.C's ہیں، Commissioners ہیں۔ اُن کے standing directions دی ہوئی ہیں کہ جو بس مالکان اگر تیل لے جا رہے ہیں۔ تو اُن کو پکڑیں۔ اُن کے buses کو seal کر دیں۔ اُن کے خلاف FIR کریں۔ تاکہ لوگوں کی جانیں بچائی جاسکیں۔ اور اس کے ساتھ motorway پولیس کو کہا گیا کہ جی وہ جتنے بھی ہائی ویز ہیں، موٹروے پولیس وہاں پر تعینات کر دیں۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکر یہ۔ جی اختر لاٹو صاحب۔

میر اختر حسین لاٹو:- جناب اسپیکر! دوستوں نے اس موضوع پر کافی بحث کر لی ہے۔ میں اُس بحث میں نہیں پڑنا چاہوں گا۔ میری چند تجاویز ہیں۔ منسٹر صاحب سُن لیں۔ جناب اسپیکر! دُنیا میں جو پبلک ٹرانسپورٹ ہے۔ اُس کے حوالے سے انتہائی conscious ہو کر وہاں پر rules بنائے گئے ہیں۔ دُنیا میں کہیں بھی ایسا نہیں ہے کہ بس میں کنڈیکٹر appoint کر کے چار دن اُس سے بس کے شیشے صاف کروائے جائیں۔ اور چوتھے دن اسکوا اسٹیئرنگ پر بٹھا کے پچاس لوگوں کی زندگیاں اُس کے حوالے کی جائیں۔ جناب اسپیکر! آئے روز جو حادثات ہو رہے ہیں، اُس کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے اس رُوٹ پر جو پبلک ٹرانسپورٹ چلتی ہے۔ اس کا 90% جو ہے وہ رات کو سفر کرتی ہیں۔ رات کو یہاں سے کوئٹہ سے جو بس گاڑی روانہ ہوتی ہے۔ مستونگ کے

بعد یا قلات کے بعد جو main drivers ہے۔ وہ صاحب کدھری سیٹ لمبی کر کے سو جاتا ہے۔ اور اُس گاڑی میں بیٹھے ہوئے پچاس لوگوں کی زندگیوں کو وہ اُس کنڈیکٹر کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے آئے روز حادثات ہو رہے ہیں۔ اور یہاں دوسری تجویز ہے، سیکرٹری RTA بیٹھے ہوئے ہیں۔ جناب اسپیکر! یہاں لائسنس دیتے وقت بھی کوئی criteria نہیں ہے۔ simple دو تصویریں لیکر آپ چلے جائیں اور آدھے گھنٹے میں اپنی لائسنس کی کاپی وہاں سے اٹھا کر آپ نکل کر آتے ہیں۔ کوئی روڈ ٹیسٹ نہیں ہے۔ کوئی سگنلز نہیں ہیں۔ کوئی ٹریفک کے قوانین کے بارے میں ان کی کلاسز نہیں ہوتی ہیں۔ کوئی اُن سے پوچھ گچھ نہیں ہوتی ہے۔ کوئی ٹریننگ نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے انتہائی اناڑی لوگوں کے ہاتھ میں ہم نے سارے کے سارے ٹرانسپورٹ دیئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ جہاں پر بھی کوئی ڈرائیونگ لائسنس کیلئے apply کرتا ہو۔ اُس کا باقاعدہ ایک ڈرائیونگ اسکول ہے۔ لوگ وہاں داخلہ لیتے ہیں۔ اُن کی وہاں کلاسز ہوتی ہیں۔ اُن کی روڈ کیوز کلاسز ہوتی ہیں۔ اُن کے جو ٹریفک قوانین ہیں۔ سگنلز ہیں اُن کے حوالے سے written-theory کی کلاسز ہوتی ہیں۔ اُس کے اُن کا ایک wirtten test ہوتا ہے۔ جو ان کا ٹریفک سگنلز ہیں۔ ٹریفک کے جو قوانین اُس کے حوالے سے ہیں۔ اور اس کے بعد RTA کا اہلکار آتا ہے اُن کے ساتھ وہ روڈ پر باقاعدہ اُنکا ٹیسٹ لیتا ہے۔ اُس کے بعد اُنکو لائسنس جاری کیا جاتا ہے۔ جناب اسپیکر! بجائے اسکے کہ ہم انکے پرمٹ کینسل کر کے لوگوں کے روزگار بند کر دیں۔ ان کے تمام مالکان کو یہ پابند کیا جائے کہ وہ اپنے ڈرائیوروں کو بھیجو دیں۔ اُن کی باقاعدہ ایک ٹریننگ ہو۔ اور اُس ٹریننگ کے بعد اُنکو لائسنس دیئے جائیں۔ پھر اسکے بعد انکو روڈ پر گاڑی چلانے کی اجازت ہو۔ دوسرا جناب اسپیکر! جو موٹروے پولیس ہے ہماری۔ اس پوری رُوٹ کو ابھی انہوں نے پولیس کے حوالے کئے ہیں۔ اُن کو اس بات کا پابند بنایا جو انکی اسپڈنگ ہے، جو over-speeding جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ اُس کے حوالے سے ان کو کنٹرول کریں۔ اور دوسرا ایک رواج بنا دیا ہے ٹرانسپورٹ مالکان نے یا بس ڈرائیور صاحبان نے کہ گاڑی کی جو original کمپنی کی لائسنس ہیں اُنکو بند کر دیتے ہیں۔ اور بیچ میں ایک یا دوسرے لائسنس لگا کر اُس سرچ لائسنس پر گاڑی کو چلاتے ہیں۔ جس سے خود اُنکو بھی روڈ proper نظر نہیں آتا۔ اور سامنے سے آنے والی گاڑی ہے وہ بھی محسوس نہیں کر سکتا کہ آگے سے کوئی موٹر سائیکل آرہی ہے یا کوئی چھوٹی کار آرہی ہے۔ یا کوئی اتنی بڑی کوچ جس میں پچاس لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان تمام کی زندگیوں کو داؤ پر لگا رہے ہیں۔ ان چیزوں کو اگر کنٹرول کیا جائے جناب اسپیکر! میں سمجھتا ہوں یہ تمام معاملات ان حادثات کو ایک حد کنٹرول کر سکتے ہیں۔ بہت شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکریہ۔ جی اصغر صاحب۔

اصغر علی ترین:- جناب اسپیکر! یہ تحریک التواء انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ جہاں یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ یہ یارو اور پشین کے درمیان کا امیریا ہے۔ یہ وہ روڈ ہے جس سے اکثر اوقات ہمارے وزراء صاحبان کا ہمارے ممبران کا گزر ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ میں پشین گیٹ ہاؤس میں جاؤں اور اچھا سا کھانا کھاؤں۔ مگر یہ روڈ جو ہے آج سے تین سال پہلے اسکی doubling منظور ہو چکی تھی۔ چوڑائی اس کی منظور ہو چکی تھی کہ اسکو چوڑا کیا جائے گا۔ اور باقاعدہ اسکا ٹینڈر بھی ہوا تھا۔ لیکن محکمہ جنگلات نے اس پر stay لے لی ہے۔ کہ اگر اس روڈ کو چوڑا کیا جائیگا تو درخت کٹ جائینگے۔ جس پر پھر ہائیکورٹ نے سپریم کورٹ میں کیس چلا۔ پھر سپریم کورٹ نے باقاعدہ جنگلات کیلئے گورنمنٹ سے کہا کہ پیسے مختص کیئے جائیں۔ وہ پیسے مختص ہوئے۔ اور معزز سپریم کورٹ نے کہا کہ یہ آ رہا تھا کہ اس پر کام شروع کیا جائے۔ لیکن بد قسمتی سے آٹھ، نو مہینے ہو گئے گورنمنٹ کو آئے ہوئے۔ ہم نے بارہا ڈیپارٹمنٹ کو اسکی یاد دہانی کرائی، نشاندہی کرائی ہے کہ اس پر کام شروع کیا جائے۔ جناب اسپیکر! اس روڈ پر ہفتے میں تین سے چار حادثات لازمی ہوتے ہیں۔ اور جس میں اکثر بعض اوقات نوجوان نسل اسمیں وہ شہادت کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اس پر ہم نے ڈیپارٹمنٹ کو کہا ہے۔ لہذا آپ کے توسط سے ڈیپارٹمنٹ کو ہم کہنا چاہ رہے ہیں کہ اس پر جلد سے جلد کام شروع کیا جائے۔ اس کو چوڑا کیا جائے۔ دوسرا یہ ہے کہ ہمارے وزیر صاحب نے کہا ہے کہ ہم نے دو ٹرانسپورٹ کمپنیوں کے لائسنس کینسل کئے ہیں۔ اور اسکو ہم نے روک دیا ہے۔ یہ کوئی حل نہیں کسی کمپنی کو بند کرنے کا۔ اسکے لئے آپ SOP بنائیں۔ اس کی speed limit چیک کریں۔ اس کا ٹائمنگ چیک کریں کہ وہ کس ٹائم نکلتی ہیں۔ اس پر آپ سنجیدہ ہو جائیں۔ اس پر جو موٹروے والے ہیں، اپنے پولیس والے ہیں، اپنے ٹریفک والے ہیں اس پر جو ڈرائیور حضرات بسیں چلاتی ہیں، ان کی لائسنس چیک کیئے جائیں۔ یعنی یہاں سے daily بلوچستان کے جیسے صدیقی صاحب نے فرمایا کہ ٹروپ کوئٹہ یا پشین کوئٹہ کراچی اٹھالیں، daily کوئی نہ کوئی حادثہ کسی نہ کسی کمپنی سے ہو جاتا ہے۔ اُس کی وجہ کیا ہے؟ اُس کی وجہ یہ ہے یہ جو ڈرائیور حضرات بیٹھے ہوئے ہیں اور نا تجربہ کار بیٹھے ہوئے ہیں۔ پچاس لوگوں کی زندگیوں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ تو لہذا ڈیپارٹمنٹ حرکت میں آئے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکریہ ترین صاحب!

اصغر علی ترین:- جناب اسپیکر! مجھے تھوڑا موقع دے دیں شکریہ تو آپ نے اتنی جلدی کہہ دیا کہ میں بیٹھ

جاؤں۔ جناب اسپیکر صاحب دومنٹ بھی نہیں ہوئے ہیں۔ بات تو کرنے دیں جناب اسپیکر صاحب۔  
جناب ڈپٹی اسپیکر:- جی ذرا مختصر کر دیں۔

اصغر علی ترین:- جناب اسپیکر! لہذا نیشنل ہائی وے اتھارٹی ہے جو پولیس ہے جو لیویز چیک پوسٹیں ہیں انکو daily کی بنیاد پر چیک کیا جائے۔ دوسرا اہم نشانہ ہی کروں کہ جو ڈرائیور حضرات ہیں ان کا باقاعدہ ٹیسٹ ہو لیبارٹری میں کہ وہ نشہ کے بغیر ڈرائیونگ کریں۔ نشے کی حالات میں ڈرائیور کرنا۔ اور یہ پچاس ساٹھ لوگوں کی زندگیاں اُسکے ہاتھ میں دینا میرے خیال سے یہ کوئی مناسب بات نہیں ہے، جو بھی ہے۔ جس نے بھی اسٹیرنگ پر بیٹھنا ہے۔ گورنمنٹ کوئی پالیسی وضع کرے، کوئی پالیسی دے، جس نے بھی اسٹیرنگ پر بیٹھنا ہے۔ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جو شخص ڈرائیور ہے، جس کے ساتھ یہ پچاس لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ باقاعدہ اسکا ڈرائیور کا لائسنس چیک کیا جائے۔ اس کا میڈیکل ٹیسٹ کیا جائے۔ اس کے بعد اسکو ڈرائیونگ سیٹ پر بٹھایا جائے۔ یہ نہیں کہنا کہ کمشنر صاحب نے کہ یا ڈی سی صاحب نے کہہ دیا کہ ہم نے دو کمپنیاں بند کر دی ہیں۔ بند کرنا اسکا حل نہیں ہے۔ تو آپ چیزوں کو streamline میں لے کر آئیں۔ آپ دو چار دن عمل کرتے ہیں۔ پانچویں دن پھر وہی پرانا کھاتا شروع ہو جاتا ہے۔ تو لہذا گورنمنٹ سے میری گزارش ہے کہ پشین یارو والی جو سڑک ہے، اُس پر کام جلد از جلد شروع کرائیں۔ دوسرا یہ جو کمپنیاں ہیں۔ ان کیلئے کوئی SOP بنایا جائے۔ کوئی ان کے لئے کوئی ایسا terms and conditions ہوں جن پر وہ عمل کریں۔ اور لوگوں کو حادثات سے بچایا جائے۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکریہ۔ جی خلیجی صاحب۔

محمد مبین خان خلیجی:- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب اسپیکر! تفصیلاً تمام ممبران نے بات کی ہے۔ اس میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ بہت اچھا انہوں نے بات کی ہے کہ انہوں نے لائسنس کینسل کر دیئے ہیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ سب کے لائسنس فی الحال کینسل کر دینی چاہیے۔ اور ایک SOP کے مطابق پندرہ یا مہینے کے اندر اندر بننی چاہئے جس میں یہ بھی ہونی چاہئے کہ اگر کوئی کوچ کمپنی ایکسیڈنٹ کرتی ہے۔ تو ابھی جیسے آغا صاحب نے بتایا کہ بیس سال یا بائیس سال کے نوجوان محنت کیلئے جارہے ہیں۔ اور ان کے گھر کو جب پتہ لگ جاتا ہے کہ جی آپ کے بیٹے کا جنازہ آرہا ہے۔ پھر ان کا گھر کیسے چلے گا۔ تو ایسا قانون بھی بننا چاہئے کہ اگر اس طرح حادثات ہوتے ہیں۔ تو اُس کے کمپنی کو اُس کے گھر میں ایک کروڑ روپے یا پچاس لاکھ روپے دینا چاہئے تاکہ آئندہ انکے لئے عبرت ہو۔ اور آئندہ یہ لوگ ڈرائیونگ بھی صحیح کریں گے۔ اور اپنی کوچ بھی صحیح چلائیں گے۔

اور اپنا لائسنس بھی صحیح رکھیں گے۔ جب تک آپ پیسوں کی شرائط نہیں رکھیں گے اس میں۔ یہ اسی طرح حادثات ہوتے رہیں گے۔ بہت شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکر یہ مبین خان صاحب۔ جی اچکڑی صاحب۔

انجینئر زمرک خان اچکڑی (وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوز):- جناب اسپیکر! میں جو کہوں گا میں صرف کوچ کے حوالے سے نہیں کہوں گا کہ کوچ کے حادثات ہوتے ہیں۔ آپ کو یہ بھی نوٹس لینا چاہئے کہ ہمارے جتنے نوجوان اس ایک سال میں موٹرسائیکل سے انکی death ہوئی ہیں۔ کیا آپ نے ابھی تک بتایا کہ ہیلمٹ وہ پہنتے ہیں اور جب دفعہ لگتے ہیں ایکٹ کے تحت کہ جو بھی موٹرسائیکل، جو بھی بانیک چلائے گا۔ اُس کا ہیلمٹ ہونی چاہئے۔ دونوں کا ہونا چاہئے۔ اگر خُدا نخواستہ ایکسیڈنٹ ہوگا تو وہ بچ جائے گا۔ اگر کوچ کا اس طرح کا مسئلہ ہے۔ چاہے وہ ٹرک بھی حادثے کا شکار ہوتے ہیں ٹریکٹرز کی بھی ہوتے ہیں۔ پورا ایک سسٹم ہوتا ہے۔ اس سسٹم کو کس طرح ٹھیک کرنا چاہئے؟۔ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ جو ڈرائیونگ لائسنس جاری ہوتے ہیں۔ چاہے وہ کوچ ڈرائیورز کیلئے، چاہے وہ ٹیکسی ڈرائیورز کیلئے یا کسی دوسری گاڑی کیلئے جس طرح ہمارے بھائی نے کہا کہ کیا اسکی وہ formality پورے کرتے ہیں؟۔ وہ میعار fulfill کیا گیا ہے۔ کیا اُن کو ڈرائیونگ صحیح طریقے سے آتی ہے؟۔ اُن کو سنکٹز کا پتا ہے؟۔ کہ اُس کے جوشانات بتائے جاتے ہیں۔ اُن کا پتا ہے۔ پھر تب یہ ذمہ داری جاتی ہے اُس کی طرف۔ کیا ایک کمپنی کا مالک یہ چاہے گا کہ اُس کا ایک کوچ جب ایکسیڈنٹ کرے گا۔ تو اُس کی کوچ جو دو کروڑ روپے کی ہے۔ کیا اُس کا جو نقصان ہو وہ یہ نقصان برداشت کر سکے گا۔ ایک انسانی زندگی ضائع ہوگئی۔ وہ تو بالکل ایک افسوسناک واقعات ہوتے ہیں۔ جدھر پشین میں اگر کوئی ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ چاہے وہ کراچی اور کوئٹہ کے رُوٹ پر ہوا ہے۔ وہ سب پر ہمیں افسوس ہے۔ لیکن ان لوگوں کو بھی دیکھ لیں کہ آپ سارے۔ اب میں اس کے بالکل خلاف ہوں کہ ہمارے ٹرانسپورٹ سیکرٹری نے جو لائسنس محمود کے کینسل کئے۔ اُس کو دوبارہ بحال کرنا چاہئے یا پورے جتنے بھی کمپنیز ہیں سب کا جس طرح مبین صاحب نے کہا کہ سب کا کینسل کر دو۔ از سر نو لائسنس کس معیار کے تحت آپ نے دینی ہیں؟۔ آپ نے کوچ کے کمپنی کا لائسنس دینا ہے۔ یا اُن کے ڈرائیونگ کا لائسنس دینا ہے۔ وہ جو ڈرائیور سیٹ پر بیٹھا ہوا ہے۔ اُن کو چیک کرو کہ وہ نشے میں تو نہیں ہے۔ اُس کو ڈرائیونگ آتا ہے۔ وہ ڈرائیونگ کے معیار پر اترتا ہے۔ اُس کو جوشان لگا ہے کہ یہاں ہارن نہیں بجانا۔ یہاں سپیڈ بریکر ہے۔ اُس کا نشان اُسکو سمجھ آ رہا ہے۔ تو کیا قصور اُن کا ہے یا ٹرانسپورٹ مالک کا ہے۔ اگر مالک اُسکو کوچ کے ڈرائیونگ سیٹ پر بٹھاتا ہے۔ اُس کو لائسنس کس نے جاری

کیا ہے؟۔ اُس سے پوچھا جائے ابھی اُسکے ایک سو کے قریب بسیں ہیں۔ کسی وجہ سے اگر کسی کی death ہوئی ہے۔ ہمارے اسلام میں شریعت میں ایک دیت ہے۔ وہ دے دیا جائے۔ لیکن ایک پابندی از سر نو پالیسی ہونی چاہئے گورنمنٹ کی۔ میں گورنمنٹ سے CM صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ سختی سے ان کو ہدایت جاری کریں کہ ہر چیز کو چیک کیا جائے۔ ایک کمپنی کا لائسنس کینسل کرنا یہ نامناسب بات ہے۔ وہ جو انہوں نے ایکسیڈنٹ کیا ہے جو لوگ مر گئے اُس کیساتھ اُنکو بٹھایا جائے۔ اور ہمارے جو شرعی اور قبائلی روایات ہیں۔ اُس کے مطابق اُنکا مسئلہ حل کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جتنی بھی کمپنیز ہیں سب نے اسی طرح کا ڈرائیورز بٹھایا ہوا ہے۔ کوئی ایسا نہیں کہ اُنکا expert آیا ہوا ہے۔ امریکہ سے انہوں نے ٹریننگ حاصل کی ہے۔ اور یہاں ہیلی کاپٹر کی طرح اُس کوچ کو چلاتے ہیں۔ ہر طریقہ پالیسی کے تحت ٹریفک، موٹروے سب ملوث کر کے ایک پالیسی ہماری گورنمنٹ دے گی کہ بھی اس ٹائم پر آپ نے کوئٹہ سے نکلنا ہے۔ اور اس ٹائم آپ نے حب پہنچنا ہے۔ اس ٹائم پر آپ نے کراچی پہنچنا ہے اپنے کوچ کے ذریعے۔ کوئی اسپید سے جائے گا اُسکو جرمانہ کریں۔ میں چیف منسٹر صاحب سے کہتا ہوں کہ ایسے سخت جرمانے وہ اپنے ٹریفک برانچ کو بتائے کہ ایسے جرمانے لگائے جائیں کہ وہ مجبور ہو کر کو ایفائیڈ ڈرائیورز رکھیں۔ تو لائسنس پوری بلوچستان میں جتنی بھی کمپنیز ہیں اُن کو سب کینسل کیا جائے۔ اور از سر نو اُنکو issue کیا جائے۔ یا کسی ایک کمپنی کا جو لائسنس ہے۔ میں RTA اور جس کے بھی ہے اُسکو کہتا ہوں کہ ایک کمپنی یا دو کمپنی کا لائسنس کینسل کرنے سے یہ حادثات نہیں رکیں گے۔ نہیں، یہ اور بڑھ جائیں گے۔ یہ ذاتی مفادات یا کسی کے ساتھ دشمنی کی بنیاد پر یہ کر رہے ہیں۔ میں اسکی مخالفت کرتا ہوں۔ براہ کرم اُسکو واپس کر دیا جائے یا سب کو کینسل کر کے از سر نو پالیسی کے تحت ان کو اجازت دی جائے۔ شکر یہ۔

**جناب ڈپٹی اسپیکر:-**

شکر یہ زمرک صاحب۔ جی جی اسد اللہ بلوچ صاحب۔

اسد اللہ بلوچ (وزیر محکمہ سماجی بہبود):- ساتھیوں نے بڑے اچھے انداز میں باتیں کی ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! اس کی دو پہلو ہیں۔ ایک بس ڈرائیور کی کمزوری ہے یا ڈیپارٹمنٹ کی کمزوری ہے۔ ساتھیوں نے اس سلسلے میں تو بات کی ہے۔ میں اس سے ہٹ کے دو چار باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارا ملک پاکستان یہ ہم سب کا ہے۔ رقبے کے لحاظ سے بلوچستان سب سے بڑا سرزمین ہے۔ جب یہ ملک بنا تو انصاف کے تقاضوں کو آگر پور کیے ہوتے تو آج بہت سے مسائل ہمارے حل ہوتے۔ روڈوں کا جہاں تک بات کی جا رہی ہے جب تک dual-carriage-way-roads بلوچستان میں بنیں گی نہیں، یہ سلسلہ چلتا رہیگا۔ اور وہ پوزیشن ہماری

صوبائی گورنمنٹ کے پاس اتنی بجٹ نہیں ہے۔ ہمارا پوزیشن یہ ہے کہ اس سال 2018-19ء کی بجٹ بنانے میں ہمارے پیسے نہیں تھے۔ کچھ نہیں دے سکے۔ جناب اسپیکر صاحب! امریکہ سے معاہدہ ہوا، پیسے پنجاب پر خرچ ہوئے۔ جاپان سے معاہدہ ہوا پیسے پنجاب پر خرچ ہوئے۔ سعودی سے معاہدہ ہوتا ہے پیسے پنجاب پر خرچ ہوتے ہیں۔ ورلڈ بینک سے معاہدہ ہوتا ہے پیسے پنجاب پر خرچ ہوتے ہیں۔ ابھی سی پیک کے حوالے سے جو معاہدہ ہوا 56 بلین ڈالر کا، تیس ارب ڈالر، وہ بین الاقوامی روڈ جوہائی وے سپرہائی وے روڈ ہے وہ تو پنجاب میں بن گئے۔ تو ہمارے نصیب میں یہی ایکسٹینڈ اور لاش اٹھانے کا کیا ہمارا نصیب یہی ہے؟۔ میں سمجھتا ہوں کہ استحصالی نظام، وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے یہ حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر ہمارا ذہنیت کا یہی تقاضہ رہا، ہم صرف آپس میں ایک دوسرے سے چھوٹے چھوٹے مسئلوں پر لڑتے رہیں۔ وہاں سے زیرے صاحب جذباتی ہو کے لڑیں۔ یہاں سے میں اس کے مقابلے میں لڑتا ہوں۔ ایک vision کے تحت، ابھی اس سرزمین کو کم از کم ضرورت ہے کہ اس کی ترقی ہونی چاہیے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم اکٹھے ہو کے۔ یہ عمران نے اتنی بڑی نعرہ لگایا۔ وزیراعظم ہے۔ یہی انداز یہی ہے۔ جتنے اچھے اچھے یہاں آپ کے گاڑی اور جتنے لینڈ کروزر تھے وہ تو انہوں نے فروخت کیے۔ ابھی پورے دنیا میں مذاق ہو رہا ہے کہ تین سو گاڑیاں ابھی کرایہ پر لے رہا ہے۔ vision ہونی چاہیے۔ اس صوبے کو vision کے تحت چلائیں گے۔ اگر اپوزیشن کے ساتھیوں میں vision ہے، ہم ان کی vision کو لے کے آگے بڑھیں گے۔ اگر ٹریڈری پنچر میں کوئی vision ہے وہ ہمارے ساتھ ہونگے۔ یہی امید ہم رکھتے ہیں۔ مجھے درد اس لئے ہو رہا ہے جناب! 27 بندوں کی لاش جو شہید ہوئے اگر یہ سڑک، یہ روڈ dual-carriage way ہوتا، یہ حادثات نہیں ہوتے۔ اگر میری طاقت ہوتی تو مرکزی گورنمنٹ کے خلاف میں F.I.R. chalk کر لیتا۔ لیکن میں غریب صوبے سے تعلق رکھتا ہوں۔ طاقتور سے میری لڑائی ہو نہیں سکتی ہے۔ اتحاد بلوچستان میں نہیں ہے۔ خدارا! ایک ہو کے بلوچستان کی کیس کو لڑیں۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:- شکر یہ بلوچ صاحب! آپ نے اچھا فرمایا۔ میرے خیال میں مزید، جی جی احمد نواز صاحب مختصر دو منٹ بات کریں۔

حاجی احمد نواز بلوچ:- جناب اسپیکر صاحب! درد بھری داستان اسد بھائی نے سنایا۔ میں اسکو سیکنڈ کرتا ہوں۔ کیونکہ بلوچستان کا درد سب کو ہے۔ مگر اس انداز میں اس نے پیش کیا ہمیں بھی اسکی باتوں کو سیکنڈ کرنا چاہیے۔ جو اچھائی کی بات ہے ہم بھی انکو لیکر کے آگے چلیں گے۔ جیسے اس نے کہا اور انشاء اللہ اپوزیشن آپ کے ساتھ